مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلۃ

انصار الدین

جلد ۱۷ نمبر ۲

مارچ واپریل ۲۰۲۰ء امان۔شہادت ۱۳۹۸ء ھجری شمسی رجب/شعبان ۱۴۴۱ ھجری قمری

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے

ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

درثمین



Prayer for Protection from Pandemics

In the current situation Syedna Hazrat Khalifatul Masih V (May Allah be his Helper) has advised us to take other precautionary measures, but Huzoor (aba) has also urged us to turn to Allah in repentance and prayers.

During a pandemic, God Almighty conveyed to the Promised Messiahas that, as a remedy against it, Allah should be remembered through His following attributes:

يَا حَفِيْظُ يَا عَزِيْزُ يَا رَفِيْقُ

O Protector, O Almighty, O Companion
(Tadhkirah, p.660)

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

O Ever-Living and Self-Subsisting One, I supplicate for Your mercy.
(Tadhkirah, p.439)

The Promised Messiah[as] has stated that it was conveyed to him that this is the Great Name (اسم اعظم) of God and that whoever supplicates with these words would be delivered from every affliction.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔

O my Lord everything serves You. So O my Lord, protect me and help me and have mercy on me. (Tadhkirah, p.601)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 17   نمبر 2   مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   مارچ و اپریل 2020ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

فہرست مضامین

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: نعیم گلزار
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، میر انجم پرویز
ڈیزائننگ: عامر ملک

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ۔قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ ۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۔ وَاشْھَدْبِاَنَّامُسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ آل عمران :53)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْآ اَنْصَارَاللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ۔ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاھِرِیْنَ۔ (سورۃ الصف:15)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (سورۃ التوبۃ:100)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی یا یہ وضاحت کی تھی کہ قرآنِ کریم میں انصار کا لفظ ماننے والوں کے لئے دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق اور ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے۔ اگر انصار اس پر غور کریں تو مجلس انصار اللہ جماعت کا ایک انتہائی فعال حصہ بن سکتی ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اگر جائزہ لیں کہ ہم کس حد تک اس پر عمل کر رہے ہیں تو آپ کو خود ہی احساس ہوگا کہ ابھی بہت بڑا وسیع میدان خالی پڑا ہے۔

قرآنِ کریم میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق میں انصار کا ذکر آتا ہے وہاں ایک جگہ تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے آپ کی تعلیم پر انکار اور عبادتوں کی طرف توجہ پر انکار کا سن کر بڑے درد سے اعلان کرتے ہیں کہ اکثریت تو ان حکموں پر عمل کرنے اور میری بات سننے سے انکاری ہے کیا تم میں سے کوئی خوش قسمت ہے جو اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے میں میرا معاون و مددگار بن جائے۔ اس پر حواریوں نے کہا کہ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان لاتے ہوئے اطاعت اور فرمانبرداری میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مکمل ایمان لائے اور اس نبی علیہ السلام کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ پھر اس دعویٰ کی ایک صورت اس زمانے میں پیدا ہوئی جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے امام کو مان کر ہم اس کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اس کی باتوں پر مکمل عمل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اس طرف بلایا گیا کہ دین کی اشاعت اور اسکی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کیلئے میرے مددگار بن جاؤ اور یہ کام تم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک تمہارا ایمان مضبوط نہ ہو تو صرف اتنا کہہ کر کہ ہم نے زمانہ کے امام کو مان لیا ہے یا آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی اگر بات ہو رہی ہے تو آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے صرف اتنا نہیں کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے بلکہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے اور اس زمانہ میں بھی یہ نہیں ہوگا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم نے امام کو مان لیا ہے تو ایمان حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مثال دے کر بتا دیا ہے کہ اَعراب کہتے ہیں، دیہاتوں کے رہنے والے کہتے ہیں کہ آمَنَّا ہم ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! ان کو بتا دے کہ یہ ابھی تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ایمان لے آئے، تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ اَسْلَمْنَا کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی ہے۔ پس یہ اَسْلَمْنَا کی حالت آمَنَّا میں تب داخل ہوگی جب اپنا کچھ بھی نہیں ہوگا اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے اجتماع 2006ء سے انتخاب)

حدیث النبی ﷺ

❁...... حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن فرشتے خانۂ خدا کے ہر دروازے پر پہنچ جاتے ہیں اور پھر باری باری آنے والوں کے نام لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب امام آ کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سننا شروع کر دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الاستماع)

❁...... حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجھا)

❁...... حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جان کنی کے عالم میں آنحضرت ﷺ کا آخری پیغام اور نصیحت یہ تھی:

"اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ"۔ یعنی نماز اور غلاموں کے حقوق کا خیال رکھنا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب ھل اوصی رسول اللہ)

❁...... حضرت عمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سنو! اولیاء اللہ وہ ہیں جو نمازی ہیں۔

(فردوس الاخبار جلد اول صفحہ 271)

❁...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک سب سے افضل ہے۔ فرمایا: وقت مقررہ پر نماز کی ادائیگی۔ پھر میرے پوچھنے پر فرمایا اس کے بعد والدین سے حسن سلوک اور پھر جہاد فی سبیل اللہ۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

❁...... حضرت ابومسعودؓ ایک بار اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: خبردار! خدا تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ اس پر حضرت ابومسعودؓ نے فوراً اس غلام کو آزاد کر دیا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ المممالیک)

❁...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ۔مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوۃالنافلۃفی بیتہ وجواز ھا فی المسجد)

❁...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! مَیں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ اس پر وہ جواب دے گا تو ربّ العالمین ہے تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے اور مَیں تیری عیادت کس طرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تو اس کی عیادت کے لئے نہیں گیا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اور اس کی عیادت میری عیادت ہوتی۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

❁...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیادت کا ایک عمدہ طریق یہ ہے کہ آدمی مریض کے پاس جائے، اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھے کہ اس کی طبیعت کیسی ہے۔ اور آپس میں ملنے ملانے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کرو تو اس طرح ایک اپنائیت اور محبت کا احساس اور بڑھے گا۔ (ترمذی أبواب الأدب باب ما جاء فی المصافحۃ۔مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ)

❁...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مریض کی عیادت کو جاؤ یا کسی کے جنازے میں شرکت کرو تو زبان سے خیر کے کلمات کہو کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہہ رہے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز)

امام الکلام ۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام کی قدر کرو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اسلام کی جو حالت اس وقت ہو رہی ہے اور یہ مختلف فرقہ بندیاں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور مخالف اس پر دلیر ہو رہے ہیں اور بیبا کی سے حملے اور اعتراض کرتے ہیں یہ سب اسی دابۃ الارض کا فساد ہے۔ انہوں نے ہی عیسائیوں کو مدد دی ہے مگر اب خدا کا شکر کرو کہ اس نے عین وقت پر دستگیری فرمائی ہے اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس لیے تم کو مناسب ہے کہ اس فضل کو جو تم کو دیا گیا ہے۔ ضائع نہ کرو اور ادب کی نگاہ سے دیکھو اور اس مدد اور نصرت کی جو تمہیں دی گئی ہے قدر کرو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 132۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ انڈیا)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یقیناً یاد رکھو۔ یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید قائم نہ رہتی۔ یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور اُن کے معبود اور خدا بنائے ہوئے مسیح کے لیے میدان خالی کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔ جب تمہیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدے ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 213۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ انڈیا)

اولیاء بننے کی کوشش کرے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو واجب ہے کہ اب تقویٰ سے کام لے اور اولیاء بننے کی کوشش کرے۔ اس وقت زمینی اسباب کچھ کام نہ آوے گا نہ منصوبہ اور حجت بازی کام آئے گی۔ دنیا سے کیا دل لگانا ہے اور اس پر کیا بھروسہ کرنا ہے۔ یہ ہی امر غنیمت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کی جائے اور اس کا یہی وقت ہے۔ ان کو یہی فائدہ اٹھانا چاہئے کہ خدا سے اسی کے ذریعہ سے صلح کر لیں۔ بہت مرضیں ایسی ہوتی ہیں کہ دلالہ کا کام کرتی ہیں اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہیں۔ خاص ہماری جماعت کو اس وقت وہ تبدیلی یک مرتبہ ہی کرنی چاہئے جو کہ اس نے دس برس میں کرنی تھی اور کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ان کو پناہ مل سکتی ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دعائیں کریں تو ان کو بشارتیں بھی ہو جائیں گی۔ صحابہؓ پر جیسے سکینت اتری تھی ویسے ان پر اترے گی۔ صحابہؓ کو انجام تو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا ہوگا مگر دل میں یہ تسلی ہو جاتی تھی کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔

دراصل سکینت اسی تسلی کا نام ہے۔ جیسے میں اگر طاعون زدہ ہو جاؤں اور گلے تک میری جان آ جائے تو مجھے ہرگز یہ وہم نہیں ہوگا کہ میں ضائع ہو جاؤں گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف وہی تعلق جو میرا خدا کے ساتھ ہے۔ وہ بہت قوی ہے۔ انسان کے لئے ٹھیک ہونے کا یہ مفت کا موقع ہے۔ راتوں کو جاگو۔ دعائیں کرو۔ آرام کرو (لیکن) جو کسل اور سستی کرتا ہے وہ اپنے گھر والوں اور اولاد پر ظلم کرتا ہے کیونکہ وہ تو مثل جڑھ کے ہے اور اہل وعیال اس کی شاخیں ہیں۔ تھوڑے ابتلا کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے لکھا ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:3)''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 581۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ انڈیا)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں

موجودہ وبائی حالات میں ہمارا ردّ عمل

سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے (کورونا وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے) موجودہ حالات کے حوالے سے مسلسل احباب جماعت کی راہنمائی فرمائی ہے اور بار ہا اپنے خطبات جمعہ میں ایسی نصائح سے احمدیوں کو نوازا ہے جو نہایت گراں قدر ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ پیارے آقا کے ارشادات کے مطابق دعاؤں کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر کے بھی تمام تر پہلوؤں کو پیش نظر رکھیں نیز گھروں میں اپنی فیملیوں کے ساتھ عبادات اور دعاؤں میں مشغول رہیں تا کہ اس کے نتیجے میں اپنی اصلاح اور دیگر افرادِ خانہ کی تربیت کی طرف بھی کماحقہٗ توجہ ہوتی رہے۔

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ہی کچھ ارشادات ہدیۂ قارئین ہیں:

☆... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6/مارچ 2020ء میں ارشاد فرمایا:

''آج کل جو کورونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اب مَیں چند باتیں اس کے بارے میں بھی کہہ کر احباب کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ حکومتوں اور محکموں کی طرف سے حکومتوں کے اعلان ہو رہے ہیں۔ ان احتیاطی تدابیر پر ہمیں، سب کو عمل کرنا چاہیے۔ بعض ہومیوپیتھی دوائیاں بہت شروع میں مَیں نے ہومیوپیتھ سے مشورہ کر کے بتائی تھیں جو حفظِ ماتقدم کے طور پر بھی ہیں اور بعض علاج کے طور پر بھی۔ ان کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ایک ممکنہ علاج ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو فیصد علاج ہے یا اس وائرس کو ہومیو پیتھک کو پتا ہے۔ یہ ایسی وائرس ہے جس کا کوئی علم نہیں لیکن اس کے قریب ترین اس قسم کی بیماری کا جو ممکنہ علاج ہو سکتا تھا اس کے مطابق یہ دوائیاں تجویز کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں شفا بھی رکھے۔ اس لیے استعمال کرنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی احتیاطی تدابیر بھی ضروری ہیں جیسا کہ اعلان ہو رہے ہیں۔

اس بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجمعے سے بچیں۔ مسجد میں آنے والوں کو بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ اگر ہلکا سا بھی بخار ہے، جسم ٹوٹ رہا ہے یا چھینکیں نزلہ وغیرہ ہے تو پھر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔ مسجد کے بھی کچھ حقوق ہیں اور یہ مسجد کا حق ہے کہ وہاں کوئی ایسا شخص نہ آئے جس سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہوں۔ کسی بھی لگنے والی بیماری کا مریض جو ہے اس کو مسجد میں آنے سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ویسے تو عمومی طور پر بھی اور آج کل خاص طور پہ چھینک لیتے وقت بھی ہر ایک کو چاہیے کہ چھینک لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھے یا منہ پر رومال رکھنا چاہیے۔......

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس وبا نے اور کتنا پھیلنا ہے اور کس حد تک جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ہے لیکن اگر یہ بیماری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد مختلف قسم کی وبائیں، امراض، زلزلے، طوفان بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بد اثرات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور ہر احمدی کو ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور اپنی روحانی حالت کو بھی بہتر کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور دنیا کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو توفیق دے کہ وہ بجائے دنیاداری میں زیادہ پڑنے کے اور خدا تعالیٰ کو بھولنے کے اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے والے بھی ہوں۔''

☆... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 20/مارچ 2020ء میں ارشاد فرمایا:

''جب بیماریاں آتی ہیں، وبائیں آتی ہیں تو ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہیں اس لیے ہر ایک کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حکومتی ہدایات پر عمل کریں۔ بڑی عمر کے لوگ، بیمار لوگ یا ایسی بیماری میں مبتلا لوگ جن کے جسم کی قوتِ مدافعت کم ہو جاتی ہے ان کو بہت زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ بڑی عمر کے لوگ گھروں سے کم نکلیں اور یہی حکومت کا اعلان بھی ہے سوائے اس کے کہ بہت اچھی صحت ہو عموماً گھر میں رہنا چاہیے۔......

باقی صفحہ 25 پر ملاحظہ فرمائیں

ادار یہ

ہر ایک آفت سے حفاظت کا آسان نسخہ......اسم اعظم

آج کی دنیا میں امن وامان کے مخدوش حالات، معاشی بے چینی و بدحالی، بڑھتے ہوئے معاشرتی مسائل ومصائب، خوفناک وبائی امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و جسمانی تکالیف سے ہم سب آگاہ ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان نہ ہو تو کسی انسان کے بس میں نہیں کہ روزمرّہ درپیش خطرات کا مقابلہ کر سکے۔ زندگی کے ہر قدم پر نت نئے مصائب اور ان دیکھی مشکلات ہمہ وقت تعاقب میں رہتی ہیں جن سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہمیں ماموزِ زمانہ کی آواز پر لبّیک کہنے کی سعادت بخشی اور پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کی بے پایاں برکات سے استفادہ کرنے کے مواقع بھی میسر فرمائے۔ احمدیت کی عظیم الشان برکات میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے پروردگار کے حضور وہ عاجزانہ دعائیں بھی شامل ہیں جو آپؑ نے اپنے پیروکاروں کے لئے کیں اور جن سے ہم آج بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ارحم الراحمین خدا کی طرف سے حضور علیہ السلام کو بعض الہامی دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری بھی دے دی گئی تھی۔ چنانچہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 7 ردسمبر 1902ء کو نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اپنی ایک خواب بیان فرمائی جس میں تین خوفناک بھینسوں کے خطرناک حملے سے آپؑ کو نجات بخشی گئی تھی۔ اور یہ فضل الٰہی جس دعا کی برکت سے ہوا تھا، حضورؑ نے فرمایا کہ وہ دعا یہ ہے:

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔

پھر اُسی روز نماز مغرب کے بعد حضور علیہ السلام نے اسی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان (کلمات) کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے جسمانی عوارض کے حوالہ سے مذکورہ دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہیضہ (کی وبا سے بچاؤ) کے لئے ہم تو نہ کوئی دوا بتلاتے ہیں نہ نسخہ۔ صرف یہ بتلاتے ہیں کہ راتوں کو اٹھ کر دعا کریں اور اسم اعظم (مذکورہ دعا) کی تکرار نماز کے رکوع وسجود وغیرہ میں اور دوسرے وقتوں میں کریں۔

گویا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اس الہامی دعا کو''اسم اعظم'' قرار دیا ہے جو ہر قسم کے درپیش خطرات سے محفوظ رکھنے کا کارگر ترین نسخہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے عظام نے بھی مختلف ادوار میں مخالفین کے شر سے بچنے کے لئے احمدیوں کو جن دعاؤں کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی، یہ''اسم اعظم'' بھی ہمیشہ ان دعاؤں میں شامل رہا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 4 راکتوبر 1968ء کو یہ دعا پڑھنے کی تحریک کرتے ہوئے اس کے مطالب اور مفاہیم پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ:''اس دعا میں اللہ تعالیٰ نے سچی توحید اور ربوبیت تامہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے وہ کہ جو ربوبیت کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اس کے سامان بھی پیدا کرتا ہے اور وہی ہے کہ اس کے ارادوں میں کوئی غیر روک نہیں بن سکتا اور ہر چیز کو اس نے مسخر کیا ہوا ہے... اس نے یہ حکم بھی جاری کیا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کسی شخص کی ترقی (روحانی و جسمانی) میں اس کی پیدا کردہ کوئی چیز روک نہ بنے لیکن بہت سے ایسے بدقسمت انسان بھی ہوتے ہیں جو اپنے ہی کیے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں اور ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت پر لگایا ہوتا ہے وہی اس کی ایذاء کے درپے ہو جاتی ہے وہ اسے دکھ پہنچانے لگتی ہے۔ اسے زندگی اور حیات سے دُور کر دیتی ہے اور اسے نور سے کھینچ کر اندھیروں میں لے جاتی ہے، اسے خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل نہیں ہونے دیتی بلکہ شیطان کے پیچھے لگا دیتی ہے اور جہنم کی طرف اس کا منہ کر دیتی ہے۔ جسمانی دکھ اور تکالیف ہوں یا روحانی طور پر ناکامیاں اور نامرادیاں ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء اور اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں...... (غرض) تمام اشیاء مضرت اسی وقت پہنچاتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا اذن مضرت پہنچانے کا ہو اور تمام نفع مند چیزوں سے انسان صرف اس وقت نفع حاصل کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا بھی منشاء ہو کہ وہ ان سے نفع حاصل کرے۔ اس لئے خدا سے یہ دعا کرو کہ اے ہمارے ربّ! مضرتوں سے ہماری حفاظت کر، نفع ہمیں پہنچا، ہماری نصرت اور مدد کو آ اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نواز۔ یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً سکھائی گئی ہے... آپؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھتا رہے گا وہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہے گا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی 30 رمئی 1986ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے ایک رات مجھے بار بار مسلسل اس دعا کی طرف متوجہ فرمایا: رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی... اور یہ نظارہ بار بار میں دیکھتا رہا کہ ابھی کچھ آفات

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

تذکرۂ مہدی۔ روایاتِ محمودؓ کی روشنی میں

(دوسری قسط)

(حبیب الرحمٰن زیروی)

آباؤ اجداد کی خاندانی جائیداد

پرانے خاندانوں میں اپنی عزّت کو قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے ہمارے دادا کے متعلق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ وہ مختلف کام جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملازمت میں اور پھر کشمیر میں کرتے رہے ان ایام میں انہوں نے ایک لاکھ کے قریب روپیہ جمع کیا۔ اس زمانہ میں روپیہ کی بہت بڑی قیمت ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ قریب ہی ایک گاؤں راجپورہ ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک چچا نے پانچ سو روپیہ میں خریدا تھا۔ چھ سو ایکڑ اس کی زمین ہے اور گو وہ زمین اتنی اچھی نہیں مگر پھر بھی کجا چھ سو ایکڑ زمین ایک روپیہ ایکڑ سے بھی کم قیمت میں انہیں زمین مل گئی۔ پس اگر وہ چاہتے تو اس روپیہ سے بہت بڑی جائیداد پیدا کر سکتے تھے مگر جب انگریزوں کی حکومت آئی اور انہوں نے ان کی جائیداد ضبط کر لی تو وہ اس کے حصول کے لئے مقدمات میں لگ گئے۔ بعض دوستوں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ اس کام میں نہ پڑیں، اس میں چنداں فائدہ نہیں۔ اگر کچھ ملا بھی تو بالکل بے حقیقت ہوگا۔ اس وقت جائیداد کی قیمت کچھ نہیں۔ آپ کے پاس روپیہ ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اس روپیہ سے پچاس اچھے اچھے قصبے خرید سکتے ہیں۔ اس میں آپ کی اولاد کی بھی بہتری ہوگی کیونکہ اس جائیداد سے ان کے لئے گزارہ کی معقول صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس علاقہ میں ان دنوں چھوٹے چھوٹے زمیندار تھے مگر باہر گوجرانوالہ اور لاہور کے اضلاع میں اچھے اچھے زمیندار تھے جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ بلکہ سو سو گاؤں کے مالک تھے۔ اس لئے انہیں بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ بجائے اس جگہ روپیہ ضائع کرنے کے آپ باہر چالیس پچاس گاؤں خرید لیں مگر انہوں نے جواب دیا کہ اگر باہر ہم نے گاؤں خرید بھی لیے تو ہمارے بچے جب کبھی باہر نکلیں گے اور لوگ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ یہ کون ہیں تو وہ آگے سے کہیں گے کہ خبر نہیں کون ہیں کوئی باہر سے آئے ہوئے ہیں لیکن اگر قادیان اور اس کے اردگرد ہمیں دو ایکڑ زمین بھی مل جائے اور ہماری اولاد فاقوں میں بھی مبتلا ہو جائے تو بھی جب ان کی نسبت کوئی سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگ جواب دیں گے کبھی یہ ہمارے حاکم اور بادشاہ تھے مگر اب گردشِ ایّام سے غریب ہو گئے ہیں۔

چنانچہ اسی خیال کے ماتحت انہوں نے ایک لاکھ روپیہ ضائع کر دیا اور قادیان میں انہیں جو تھوڑی سی جائیداد ملی اس پر اکتفا کر لیا۔ میں سمجھتا ہوں وہ جائیداد جو انہیں ملی وہ اس جائیداد کا پانچ سواں حصہ بھی نہیں تھی جو وہ اس روپیہ سے خرید سکتے تھے مگر بہر حال انہوں نے اس تھوڑی سی جائیداد کو خوشی سے قبول کیا لیکن اس مقام کو چھوڑنا پسند نہ کیا جہاں انہیں اپنے بزرگوں کی وجہ سے ایک رنگ کی حکومت حاصل تھی۔ غرض پرانے خاندانوں کے افراد اپنی خاندانی عزّت کو جاتے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

(الفضل قادیان مورخہ 8 دسمبر 1939ء نمبر 281 جلد 27 صفحہ 6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا ذکرِ خیر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ذکر میں کہ انسان کو کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے ہمارے دادا صاحب کا ذکر سنایا کرتے تھے کہ جب ہمارے خاندان کی ریاست جاتی رہی تو ان کے والد صاحب کو یہاں سے نکلنا پڑا اور کپورتھلہ کی ریاست میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس وقت ریاست والوں نے چاہا کہ آپ کو دو گاؤں گذارہ کے لئے دے دیں لیکن آپ نے نہ لئے اور فرمایا۔ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو پھر ہم یہیں رہ پڑیں گے اور اس طرح اولاد کی ہمت پست ہو جائے گی اور اپنی خاندانی روایات قائم رکھنے کا خیال اس کے دل سے جاتا رہے گا لیکن وہ رہے ایک لمبے عرصہ تک وہیں۔ پھر جس وقت ہمارے دادا ذرا بڑے ہوئے تو اس وقت سولہ سترہ سال کی عمر تھی کہ ان کے والد فوت ہوئے۔ انہوں نے انہیں لا کر قادیان میں دفن کیا اور خود دہلی پڑھنے چلے گئے حالانکہ کوئی سامان میسر نہ تھا۔ ایک میراثی خدمتگار کے طور پر ساتھ گیا۔ شاید اس زمانہ کے لوگوں میں وفا کا مادہ زیادہ ہوتا تھا کہ اس غربت کی حالت میں اس شخص نے ساتھ نہ چھوڑا۔ جب دہلی پہنچے تو ایک مسجد میں جہاں مدرسہ تھا جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سنا ہؤا تھا کہ دہلی شاہی جگہ ہے اور وہاں لڑکوں کو مفت تعلیم ملتی ہے لیکن بیٹھے بیٹھے کئی دن گذر گئے مگر کسی نے ان کا حال تک دریافت نہ کیا اور نہ کھانے کو کچھ دیا۔ آخر جب تین دن کا فاقہ ہو گیا تو چوتھے دن کسی شخص کو جو خود بھی کنگال تھا خیال آیا کہ انہیں اتنے دن یہاں بیٹھے ہو گئے ہیں انہیں کچھ کھانے کو تو دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ ایک سوکھی روٹی لا کر انہیں دے گیا۔ اس نے جو روٹی ان کے ہاتھ میں دی تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ ہمراہی نے سمجھ لیا کہ معلوم ہوتا ہے روٹی خراب ہے اور انہیں دیکھ کر اپنی گذشتہ حالت یاد آ گئی ہے اور اس کا تصور کر کے تکلیف محسوس ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر اس نے مذاق کے طور پر ان کا دل بہلانے کے لئے کہا۔ لائیں میرا حصہ مجھے دیں۔ ان کو پہلے ہی غصہ آیا ہؤا تھا اس کا یہ فقرہ سن کر انہوں نے زور سے روٹی اٹھا کر اس کی طرف پھینکی جو اتفاقاً اس کی ناک پر لگی اور چونکہ روٹی سوکھی ہوئی تھی اس لئے اس کے لگنے سے اس کی ناک کی ہڈی پر زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود انہوں نے تعلیم حاصل کی محنت کی اور اس قدر ہمت سے کام لیا کہ آخر ایک بہت بڑے عالم اور طبیب ہو گئے۔ واپس آئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے ان کی جائیداد سات گاؤں واگزار کر دیئے اور جرنل کے عہدہ پر فوج میں مقرر کیا۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1937ء صفحہ 21-20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پردادا کا ہی واقعہ ہے کہ ایک سکھ رئیس ان سے ملنے کے لئے آیا اور اس نے آ کر کہا کہ مرزا صاحب کو اطلاع دی جائے کہ مَیں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے خود یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس وقت کوٹھے پر تھے۔ جب انہیں اطلاع ہوئی تو وہ

ملاقات کے لئے نیچے اترے۔ پیچھے پیچھے وہ تھے اور آگے آگے ان کے بیٹے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا تھے۔ گویا بیٹا پہلے اتر رہا تھا اور ان کے پیچھے ان کے والد چلے آ رہے تھے جو بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں حتّٰی کہ میں نے خود سکھوں سے سنا ہے کہ لڑائی میں انہیں گولی ماری جاتی تھی تو گولی ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔ جب وہ نصف سیڑھیوں پر پہنچے تو نیچے سے انہیں آواز آئی۔ سکھ رئیس ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا: واہ گرو جی کا خالصہ۔ اس پر ان کے بیٹے نے بھی اسی رنگ میں جواب دیا کہ واہ گرو جی کا خالصہ۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے وہیں سیڑھیوں سے واپس لَوٹ گئے اور فرمانے لگے: سردار صاحب سے کہہ دو کہ میری طبیعت خراب ہو گئی ہے میں ان سے مل نہیں سکتا۔ پھر اپنے بیٹے کا ذکر کر کے فرمانے لگے کہ اس کے زمانہ میں ہماری ریاست جاتی رہے گی۔ کیونکہ جس شخص کے اندر اتنی بے غیرتی پیدا ہو گئی ہے کہ اس نے اسلامی شعار کو اختیار نہیں کیا اور جب ایک سکھ نے واہ گرو جی کا خالصہ کہا تو اس نے بھی واہ گرو جی کا خالصہ کہہ دیا وہ ریاست کو کبھی سنبھال نہیں سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (خطبات محمود جلد 23 صفحہ 293-292)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کا واقعہ

یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم ایسا کرو تو وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ کہتے ہیں شیر کے سامنے اگر کوئی شخص لیٹ جائے تو وہ اُس پر حملہ نہیں کرتا بلکہ چُپکے سے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اِسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائے اور اُس کے آستانہ پر گر پڑے تو وہ بھی اس کو مرنے نہیں دیتا اور سمجھتا ہے کہ اس کی ذلت میری ذلت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے والد صاحب کا ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ میاں بدر محی الدین صاحب جو بٹالہ کے رہنے والے تھے، ان کے والد جن کا نام غالبًا پیر غلام محی الدین تھا، ہمارے دادا کے بڑے دوست تھے۔ اس زمانہ میں لاہور کی بجائے امرتسر میں کمشنری تھی اور کمشنر موجودہ زمانہ کے گورنر کی طرح سمجھا جاتا تھا اور امرتسر میں اپنا دربار لگایا کرتا تھا جس میں علاقہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امرتسر میں دربار لگا تو ہمارے دادا کو بھی دعوت آئی اور چونکہ انہیں معلوم تھا کہ پیر غلام محی الدین صاحب بھی اس دربار میں شامل ہوں گے اس لئے وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بٹالہ میں ان کے مکان پر پہنچے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک غریب آدمی پیر غلام محی الدین صاحب کے پاس کھڑا ہے اور وہ اس سے کسی بات پر بحث کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے دادا صاحب کو دیکھا تو کہنے لگے۔ مرزا صاحب! دیکھئے یہ میراثی کیسا بیوقوف ہے۔ کمشنر صاحب کا دربار منعقد ہو رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر کمشنر صاحب سے کہا جائے کہ گورنمنٹ نے اس کی 25 ایکڑ زمین ضبط کر لی ہے۔ یہ زمین اسے واپس دے دی جائے۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ دربار کا موقعہ ہو اور کمشنر صاحب تشریف لائے ہوئے ہوں اور ایک میراثی کو ان کے سامنے پیش کیا جائے اور سفارش کی جائے کہ اس کی 25 ایکڑ زمین جو اسے اس کے کسی ججمان نے دی تھی ضبط ہو گئی ہے اسے واپس دی جائے۔ چونکہ وہ پیر تھے، گو درباری بھی تھے، اس لئے انہیں یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی۔ دادا صاحب نے اس میراثی سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ وہ اسے ساتھ لے کر امرتسر پہنچے جب کمشنر صاحب دربار میں آئے تو درباریوں کا ان سے تعارف کرایا جانے لگا۔ جب دادا صاحب کی باری آئی تو انہوں نے کمشنر صاحب سے کہا کہ ذرا اس میراثی کی بانہہ پکڑ لیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب اس کا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا آپ اس کی بانہہ پکڑ لیں۔ میں اس کا مطلب بعد میں بتاؤں گا۔ چنانچہ ان کے کہنے پر اس نے اس میراثی کی بانہہ پکڑ لی۔ اس پر ہمارے دادا صاحب کہنے لگے ہماری پنجابی زبان میں ایک مثال ہے کہ ”بانہہ پھڑے دی لاج رکھنا“ کمشنر پھر حیران ہوا اور کہنے لگا مرزا صاحب! اس کا کیا مطلب ہے؟ اس پر دادا صاحب نے کہا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب آپ نے ایک شخص کا بازو پکڑا ہے تو پھر اس بازو پکڑنے کی لاج بھی رکھنا اور اسے چھوڑنا نہیں۔ وہ کہنے لگا مرزا صاحب! آپ یہ بتائیں کہ اس سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ انھوں نے کہا اس کی 25 ایکڑ زمین تھی جو اسے اس کے کسی ججمان نے دی تھی اور حکومت نے اسے ضبط کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ ہمارے مغل بادشاہ جب دربار لگایا کرتے تھے تو اس موقعہ پر ہزاروں ایکڑ زمین لوگوں کو بطور انعام دیا کرتے تھے لیکن یہ غریب حیران ہے کہ اس کے پاس جو 25 ایکڑ زمین تھی وہ ضبط کر لی گئی ہے۔ کمشنر پر اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے اس وقت اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ بات نوٹ کر لو اور حکم دے دو کہ اس شخص کی زمین ضبط نہ کی جائے۔ اب دیکھو دنیا میں جب ایک انسان بھی ”بانہہ پھڑے دی لاج“ رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ ”بانہہ پھڑے دی لاج“ کیوں نہیں رکھے گا۔ جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اسے کبھی نہیں چھوڑتا۔ پس دعائیں کرو اور اس گُر پر قائم رہو۔ جو شخص اس گُر پر عمل کرتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر غالب رہتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 دسمبر 1956ء الفضل یکم مارچ 1957ء جلد 46/11 نمبر 53 صفحہ 6,5)

خاندان بادشاہوں کی نسل سے

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا خاندان بادشاہوں کی نسل میں سے ہے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کا مورثِ اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے جو امیر تیمور کے چچا تھے اور جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاقہ کش کے اصل بادشاہ حاجی برلاس ہی تھے، تیمور نے حملہ کر کے اِن کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اِسی وجہ سے ہمارے خاندان کے افراد جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ احمدیت ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جبکہ قرآنی تعلیم اِن کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی، تیموری نسل کی لڑکیاں تو لے لیتے تھے مگر تیموری نسل کے مغلوں کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ اُن کو اپنے مقابلہ میں ادنیٰ سمجھتے تھے۔ لیکن بہر حال جہاں تک ظاہری وجاہت کا سوال ہے وہ قریباً قریباً تباہ اور برباد ہو چکی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے مٹنے کے بعد جب سکھوں کا دَور شروع ہوا تو اُس وقت ہماری تمام ریاست سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ہمارے پانچ گاؤں واگزار کر دیئے۔ مگر جب انگریزی حکومت کا دَور شروع ہوا تو اُس وقت پھر ہماری خاندانی ریاست کو صدمہ پہنچا اور ہماری وہ جائیداد بھی ضبط کر لی گئی جو کسی قدر باقی رہ گئی تھی۔ یہ ہمارے خاندان کی حالت تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے اپنا دعویٰ پیش فرمایا۔ اگر ہماری یہ ریاست اپنی پہلی حالت میں قائم ہوتی تب بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی اور اتنی چھوٹی ریاست کو بھلا پوچھتا ہی کون ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اتنی ریاست بھی پسند نہ

کی تا کہ اُس کی صفات پر کوئی دھبہ نہ آئے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ سابقہ عزت کی وجہ سے انہیں ترقی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے دادا کو بڑا فکر رہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کسی ایسے کام پر لگا دیں جس سے وہ اپنا گزارہ آسانی کے ساتھ کر سکے۔ مہاراجہ کپورتھلہ کے شاہی خاندان سے بھی ہمارے خاندان کے چونکہ پُرانے تعلقات ہیں اِس لئے انہوں نے کوشش کر کے بانی سلسلہ احمدیہ کے لئے وہاں ایک معزز عُہدہ تلاش کر لیا۔ چنانچہ اِن کے لئے انسپکٹر جنرل آف ایجوکیشن کے عُہدہ کی منظوری آ گئی۔ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں ایک سکھ صاحب رہا کرتے تھے جو اکثر ہمارے دادا کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ مَیں اور میرا بھائی اکثر بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں اِن سے ملنے کے لئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ مرزا غلام احمد کو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں میں حیران ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اِس کا کیا حال ہو گا۔ میں نے اِس کے متعلق کپورتھلہ میں کوشش کی تھی جس کے نتیجہ میں وہاں سے آرڈر آ گیا ہے کہ اسے ریاست کا افسر تعلیم مقرر کیا جاتا ہے۔ میں اگر اسے کہوں تو شاید مجھے جواب نہ دے تم دونوں اِس کے ہم عمر ہو تم اِس کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اِس عُہدہ کو قبول کر لے۔ وہ سناتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی اِن کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ مبارک ہو ریاست کپورتھلہ کی طرف سے چٹھی آئی ہے کہ آپؑ وہاں کے افسر تعلیم مقرر کئے گئے ہیں۔ آپؑ کے والد صاحب کی خواہش ہے کہ آپؑ یہ نوکری اختیار کر لیں اور ریاست کپورتھلہ میں چلے جائیں۔ وہ کہتے ہیں جس وقت ہم نے یہ بات کہی اُنہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا والد صاحب تو خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں، مَیں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا، اَب مَیں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ وہ کہتے ہیں ہم دونوں واپس آ گئے اور آپؑ کے دادا صاحب کو کہا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ والد صاحب یونہی بے فائدہ فکر کر رہے ہیں، میں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی کر لی، اَب مَیں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اِس پر وہ کہتے ہیں کہ آپؑ کے دادا صاحب نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو خیر رہنے دو وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

پھر جب آپؑ بڑے ہوئے تو اُس وقت بھی ساری جائیداد آپؑ کے بھائی کے قبضہ میں رہی۔ آپؑ نے اُس میں سے اپنا حصہ نہ لیا۔ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھی بلکہ اَب تک اِس قدر جائیداد ہے کہ باوجود اِس کے کہ ایک لمبے عرصے تک ہم اِس کو بیچ کر کھاتے رہے ہیں، پھر بھی وہ لاکھوں روپیہ کی موجود ہے۔ غرض جائیداد تھی مگر وہ سب ہمارے تایا صاحب کے قبضہ میں تھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ اِس جائیداد میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جب ہمارے تایا صاحب فوت ہو گئے تو آپؑ نے پھر بھی جائیداد نہ لی اور وہ تائی صاحبہ کے پاس چلی گئی۔ آپؑ کو کھانا ہماری تائی صاحبہ ہی بھجواتی تھیں اور چونکہ وہ آپؑ کی شدید مخالف تھیں اِدھر آپؑ بہت بڑے مہمان نواز تھے اِس لئے بسا اوقات جب آپؑ ہماری تائی صاحبہ کو کہلا بھیجتے کہ آج ایک مہمان آیا ہوا ہے اُس کے لئے بھی کھانا بھجوا دیا جائے تو وہ صرف آپؑ کا کھانا بھجوا دیتیں اور مہمان کے لئے کوئی کھانا نہ بھجواتیں۔ اِس پر ہمیشہ آپؑ اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارہ کر لیتے۔

اُس زمانہ کے آدمی سنایا کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی مہمان آپؑ کے پاس آتا آپؑ چُپ کر کے اپنا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیتے اور خود بھوکے رہتے یا چنوں وغیرہ پر گزارہ کر لیتے۔ ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک دفعہ قریباً چالیس دن تک آپؑ کا مہمان رہا۔ آپؑ باقاعدہ صبح و شام اندر سے جو کھانا آتا وہ مجھے کھلا دیتے اور آپ دانے چبا کر گزارہ کر لیتے۔ آپؑ خود فرماتے ہیں:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكُلِي

وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْاَهَالِي

کہ اے لوگو! تم کو یاد نہیں ایک دن میرا یہ حال تھا کہ دسترخوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میرے کھانے میں آیا کرتے تھے یعنی دوسروں کے رحم و کرم پر میرا گزارہ تھا لیکن آج یہ حال ہے کہ میرے ذریعہ سے کئی خاندان پرورش پا رہے ہیں۔

ایسی حالت میں آپؑ کو خبر دی گئی کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے آپؑ کو چُن لیا ہے۔ جس وقت یہ آواز آپؑ کے کان میں پڑی آپؑ کی حالت یہ تھی کہ اور لوگ تو الگ رہے خود قادیان کے لوگ بھی آپؑ کو نہیں جانتے تھے۔ میں نے خود قادیان کے کئی باشندوں سے سُنا ہے کہ ہم سمجھتے تھے بڑے مرزا صاحب کا ایک ہی بیٹا ہے دوسرے کا ہمیں علم نہیں تھا۔ آپؑ اکثر مسجد کے حجرے میں بیٹھے رہتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے آپؑ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپؑ کو بہت بڑی برکت دے گا اور آپؑ کا نام عزت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ یہ الہام بھی ایک عجیب موقع پر ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اہلحدیث کے ایک مشہور لیڈر تھے جب وہ نئے نئے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے پڑھ کر آئے تو اُس وقت حنفیوں کا بہت زور تھا اور اہلحدیث کم تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب تعلیم سے فارغ ہو کر بٹالہ میں آئے تو ایک شور مچ گیا کہ یہ مولوی لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ اتفاقاً اُنہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے کسی کام کے لئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے زور دیا کہ آپؑ چلیں اور مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کریں کیونکہ وہ بزرگوں کی ہتک کرتا ہے اور اسلام پر تبرّ چلا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے ساتھ جامع مسجد میں چلے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی وہیں موجود تھے۔ آپؑ نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب! مجھے معلوم نہیں آپ کے کیا عقائد ہیں۔ پہلے آپ اپنے عقائد بیان کریں اگر وہ غلط ہوئے تو میں ان کی تردید کروں گا اور اگر صحیح ہوئے تو اُنہیں تسلیم کر لوں گا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی جس میں بیان کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر، قرآن کریم پر اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن چونکہ خدا تعالیٰ کا ایک یقینی اور قطعی کلام ہے اِس لئے ہم اِسے سب سے مقدم قرار دیتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اِسے مانتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمارے لئے قابل عمل ہے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو اِس صورت میں ہم قرآن کریم کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر کوئی بات ہمیں قرآن اور حدیث دونوں میں نظر نہ آئے تو پھر قرآن اور حدیث کی روشنی میں جو کچھ ہمیں سمجھ آئے اِس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ تقریر کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن کر فرمایا یہ تو بالکل ٹھیک باتیں ہیں اِن میں سے کسی کی تردید کی ضرورت نہیں۔

وہ ہزاروں آدمی جو آپؑ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اُن سب نے کھڑے ہو کر آپؑ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم ڈرپوک ہو، بزدل

ہو، ہار گئے ہو۔غرض آپؑ پر خوب نعرے کسے گئے۔آپؑ گئے تھے ہزاروں کے ہجوم میں اور نکلے ایسی حالت میں جبکہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔گئے تھے ایسی حالت میں کہ لوگ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے جارہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ہم اسلام کا ایک پہلوان اپنے ساتھ لئے جارہے ہیں مگر نکلے ایسی حالت میں کہ لوگ آپؑ کو ایک بھگوڑا قرار دے رہے تھے اور آپؑ کے خلاف نعرے کَس رہے تھے۔مگر آپؑ نے اِن باتوں کی کوئی پروا نہ کی اور وہاں سے واپس چل پڑے۔اُسی رات آپ پر الہام نازل ہوا کہ

''تیرا خدا تیرے اِس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔''

غرض آپؑ پر یہ الہام ہوا اور آپؑ نے اُسی وقت اِس الہام کو دنیا میں شائع کردیا۔تب دنیا میں چاروں طرف سے آپؑ کے خلاف آوازیں اُٹھنی شروع ہوگئیں۔بعضوں نے کہا مکّار ہے اور اس ذریعہ سے اپنی عزت بڑھانا چاہتا ہے، بعضوں نے کہا یہ شخص یونہی اسلام کی تائید کررہا ہے ورنہ درحقیقت اسلام میں سچائی پائی ہی نہیں جاتی۔غرض جو لوگ اسلام کے قائل تھے انہوں نے بھی اور جو لوگ اسلام کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی ہر رنگ میں آپؑ کی تضحیک شروع کردی۔اُس وقت خصوصیت سے پنڈت لیکھرام نے شور مچایا کہ یہ جو معجزات دکھانے کے دعوے کئے جارہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔اگر اسلام سچا ہے، اگر قرآن سچا ہے اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔اسی طرح ایک منشی اندرمن صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی شور مچایا کہ یہ نشان نمائی کے دعوے سب غلط ہیں اگر اسلام کی صداقت میں نشان دکھایا جاسکتا ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے۔اِسی طرح قادیان کے ہندوؤں نے بھی یہ مطالبہ کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ اِن کے ہمنوا ہوگئے۔چنانچہ انہی میں سے لدھیانہ کا ایک خاندان ہے جو اپنی مخالفت پر ہمیشہ فخر کیا کرتا ہے اُس کے خیال میں اُس کا یہ فعل قابل فخر ہے مگر ہمارے نزدیک یہ اِس خاندان کی بدقسمتی ہے کہ وہ ابتدا سے جماعت احمدیہ کی مخالفت کررہا ہے۔بہر حال جب اِن لوگوں نے بہت شور مچایا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! میرے ہاتھ پر اسلام کی تائید میں کوئی ایسا نشان دکھا جسے دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو کہ ایسا نشان انسانی تدبیر اور کوشش سے ظاہر نہیں ہوسکتا۔مزید برآں یہ نشان ایسا ہو جو رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کی حقانیت کو روشن کرے اور خدا کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپؑ سے فرمایا کہ آپ ہوشیار پور جائیں اور وہاں اِس مقصد کے لئے دعا کریں۔اِس پر آپؑ صرف تین آدمیوں کے ساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔اِن میں سے ایک کھانا پکاتا تھا، ایک سَودا لاتا تھا اور ایک دروازے پر بیٹھا رہتا تھا تاکہ کوئی شخص آپؑ سے ملنے کے لئے اندر نہ جائے۔وہاں ایک مکان میں جو اُن دنوں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا آپؑ فروکش ہوئے۔

اَب یہ مکان ایک معزز ہندو دوست سیٹھ ہرکشن داس صاحب کی ملکیت میں ہے۔سیٹھ صاحب بڑے بھاری تاجر ہیں۔ان کی چین میں بھی تجارت ہے اور بعض دوسرے ممالک میں بھی، اِن کے چائے کے باغات بھی ہیں۔غرض اس کے بالاخانہ پر بیٹھ کر آپ چالیس دن مسلسل اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتے رہے کہ اے خدا! اسلام کی شوکت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے اظہار کے لئے مجھے کوئی ایسا نشان دے جو لوگوں کے لئے ناقابل انکار ہو اور جس کو دیکھ کر وہی لوگ انکار کرسکیں جو ضد کی وجہ سے ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔چنانچہ اُس وقت آپ پر وہ الہامات نازل ہوئے جو 20؍فروری 1886ء کے اشتہار میں درج ہیں۔جس وقت آپ نے یہ اعلان کیا اُس وقت آپ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہ تھا، جبکہ جماعت احمدیہ کا وجود بھی ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔یہ اشتہار 1886ء کا ہے اور آپ نے لوگوں سے بیعت اِس اشتہار کے تین سال بعد 1889ء میں لی ہے۔گویا بیعت سے تین سال پہلے 1886ء میں خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا ہوگا اور وہ یہ یہ صفات اور کمالات اپنے اندر رکھتا ہوگا جیسا کہ میں ابھی اُن کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کروں گا۔بہر حال آپ نے یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت شائع فرمادی اور دنیا میں اعلان فرمادیا کہ میرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کے عروج کا باعث ہوگا۔جب آپ نے یہ پیشگوئی شائع فرمائی لوگوں نے شور مچادیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے ہمیشہ لوگوں کے ہاں بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔حالانکہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب آپ کو یہ الہام ہوا اُس وقت آپ کی عمر باون سال کی تھی اور اُس وقت آپ نے یہ بھی شائع فرمادیا تھا کہ میری اور بھی بہت سی اولاد ہوگی جن میں سے کچھ زندہ رہیں گے اور کچھ بچپن میں فوت ہوجائیں گے اور یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ چار لڑکوں کا میرے ہاں پیدا ہونا ضروری ہے۔غرض آپ نے یہ پیشگوئی اُس وقت کی جب آپ کی عمر باون سال کی تھی اور 52 سال کی عمر میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کی آئندہ اولاد ہونی بند ہوجاتی ہے لیکن اگر اولاد ہو بھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹے پیدا ہوں گے۔یا اگر بیٹے ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے اور اگر بعض بیٹے زندہ بھی رہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ چار ضرور ہوں گے۔غرض کوئی شخص اپنی طرف سے ایسی بات نہیں کہہ سکتا جب تک خدا اُسے خبر نہ دے۔بہر حال لوگوں نے اعتراض کیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے لوگوں کے ہاں ہمیشہ بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور کبھی کسی نے اِس کو نشان قرار نہیں دیا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ اوّل تو میری عمر اس وقت بڑھاپے کی ہے۔جوانی میں بھی انسان کی زندگی کا اعتبار نہیں ہوتا مگر بڑھاپے میں تو ایک دن کے لئے بھی انسان وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ رہے گا کجا یہ کہ وہ اس قدر لمبا عرصہ رہے کہ اُس کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوجائیں۔

پھر اصل سوال یہ نہیں کہ اِس عمر میں بچے پیدا ہوسکتے ہیں یا نہیں۔بعض دفعہ سَو سال کی عمر میں بھی انسان کے ہاں بچہ پیدا ہوجاتا ہے لیکن کیا اِس شان کا بیٹا بھی اتفاقی طور پر پیدا ہوسکتا ہے جس شان کا بیٹا پیدا ہونے کی مَیں خبر دے رہا ہوں۔کیا یہ میرے اختیار کی بات ہے کہ میں بیٹا پیدا کروں اور وہ بیٹا بھی ایسا جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے اور خدا تعالیٰ کا کلام اُس پر نازل ہو۔اگر ایسی پیشگوئی کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے بنالی تو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا ہیں کیونکہ باتیں آپ نے وہ کہیں جو خدا تعالیٰ کے سِوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا اور اگر وہ خدا نہیں اور اگر، مرزا صاحب کو خدا قرار دینا یقیناً شرک ہے، وہ اُس کے بندوں میں سے ایک بندے تھے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا

پڑے گا کہ وہ باتیں جو انہوں نے کہیں ناممکن ہے کہ کوئی انسان اپنی طرف سے کہے اور پھر وہ پوری ہوسکیں۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی یہ بھی تھی کہ وہ لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اِس کے معنی اُس وقت حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سمجھ میں نہیں آئے مگر ان الفاظ میں جو بات بیان کی گئی تھی وہ 1889ء میں آکر پوری ہوگئی۔ پیشگوئی میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اُس لڑکے کا نام محمود ہوگا اور چونکہ اُس کا ایک نام بشیر ثانی بھی رکھا گیا تھا اس لئے میرا پورا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ جو پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا یہ اَمر کئی رنگوں میں میرے ذریعہ سے پورا ہوگیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ پیشگوئی 1886ء میں شائع کی گئی تھی۔ پس 1886ء ایک، 1887ء دو، اور 1888ء تین اور 1889ء چار ہوئے اور 1889ء ہی وہ سال ہے جس میں میری پیدائش ہوئی۔ پس تین کو چار کرنے والے کا مطلب یہ تھا کہ آج سے چوتھے سال وہ لڑکا تولد ہوگا۔ چنانچہ اِس پیشگوئی کے عین چوتھے سال 12رجنوری 1889ء کو میری پیدائش ہوئی اور حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان شائع کیا کہ وہ جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی وہ پیدا ہوگیا ہے۔ مگر ابھی اِس بارے میں انکشافِ تام نہیں ہوا کہ یہی وہ لڑکا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ دیا گیا تھا یا وہ کسی اور وقت پیدا ہوگا اور آپ نے تفاؤل کے طور پر میرا نام بشیر اور محمود رکھ دیا۔

پھر تین کو چار کرنے والی پیشگوئی ایک اور رنگ میں بھی میرے ذریعہ سے پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی سے مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب دو بیٹے ہوئے تیسرا بیٹا ہماری والدہ سے بشیر احمد اوّل پیدا ہوا اور چوتھا مَیں پیدا ہوا۔ گویا پیشگوئی میں بتایا یہ گیا تھا کہ وہ چوتھا بیٹا ہوگا اور اپنی پیدائش کے ساتھ تین بیٹوں کو چار کردے گا۔

اَب یہ جو پیشگوئی ہے اِس کے دو بہت بڑے اور اہم حصے ہیں۔ پہلا حصہ اِس پیشگوئی کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی کہ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اَب خالی بیٹا ہونے سے آپ کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک ایسے کام آپ سے ظاہر نہ ہوتے جن سے ساری دنیا میں آپ مشہور ہوجاتے۔ بعض بڑے بڑے مصنف ہوتے ہیں اور وہ ساری عمر تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے ہیں اس وجہ سے اُن کا نام مشہور ہوجاتا ہے۔ بعض بُرے کام کرتے ہیں اور اِس وجہ سے مشہور ہوجاتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے چوروں اور ڈاکوؤں کے نام سے بھی لوگ آشنا ہوتے ہیں لیکن بہرحال اُن کی اچھی یا بُری شہرت ساری دنیا تک نہیں ہوتی کسی ایک علاقہ یا ایک حصہ ملک میں اُن کی شہرت ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر دی تھی کہ وہ آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔

پس یہ پیش گوئی اسی صورت میں عظیم الشان پیش گوئی کہلاسکتی تھی جب آپ کی شہرت غیر معمولی حالات میں ہوتی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ جب میں پیدا ہوا تو اس کے دواڑھائی ماہ کے بعد آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور اِس طرح سلسلہ احمدیہ کی بنیاد دنیا میں قائم ہوگئی۔

23رمارچ 1889ء کو ہمارے سلسلہ کی بنیاد پڑی ہے اور اُس وقت حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو حالت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ تمام مسلمان آپؑ کے دشمن تھے۔ اپنے کیا اور بیگانے کیا، رشتہ دار کیا اور غیر رشتہ دار کیا، سب آپؑ کی مخالفت کرنے لگ گئے یہاں تک کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی آپؑ کا دعویٰ کھٹکنے لگا کیونکہ آپؑ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں مہدی ہوں اور مہدی کے متعلق مسلمانوں میں مشہور تھا کہ وہ کُفّار کا خون بہائے گا۔ پس گورنمنٹ کو شبہ پڑا کہ ایسا نہ ہو اس کے ذریعہ دنیا میں کوئی فساد پیدا ہو۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے اُس وقت قادیان میں ہمیشہ ایک کانسٹیبل رہتا تھا اور جو شخص بھی آپ سے ملنے کے لئے آتا اُس کا نام نوٹ کرکے وہ گورنمنٹ کو اطلاع دے دیتا اور اگر کبھی کوئی سرکاری افسر احمدی ہوجاتا تو بالا افسر اُسے اشاروں ہی اشاروں میں سمجھاتے کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ فرقہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تمہیں اس میں شامل ہونے سے اجتناب اختیار کرنا چاہئے۔ یہ مخالفت آخر بڑھتے بڑھتے اتنی شدید ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بچپن سے آپ کے دوست تھے اور ہمیشہ آپ سے تعلقات رکھتے تھے جنہوں نے براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو بھی لکھا تھا وہ بھی آپ کے مخالف ہوگئے اور انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں یہ الفاظ لکھے کہ مَیں نے اِس شخص کو بڑھایا تھا اور اَب مَیں ہی اِس کو گراؤں گا۔

اسی شہر لاہور کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مریض کی عیادت کیلئے سنہری مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور بند گاڑی میں سوار ہوئے۔ اُن دنوں بند گاڑی کو شکرم کہا جاتا تھا۔ جب آپ دہلی دروازہ سے روانہ ہوئے تو وہاں اُن دنوں ایک چبوترہ ہوا کرتا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ اس چبوترے پر کھڑے ہوکر ایک شخص شور مچارہا تھا کہ دیکھو! یہ شخص مرتد ہے، کافر ہے، اِس پر پتھر پھینکو گے تو ثواب حاصل ہوگا اور اُس کے اِردگرد بہت بڑا ہجوم تھا۔ جب گاڑی قریب سے گزری تو لوگ آپ پر لعنتیں ڈالنے لگے اور آوازیں کسنے لگے۔ بعض نے آپ پر پتھر بھی پھینکے اور گالیاں دینی شروع کردیں۔ میرے لئے بچپن کے لحاظ سے ایک عجیب بات تھی۔ میں نے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا اور مَیں نے دیکھا کہ اُس شخص کے پاس جو یہ شور مچارہا تھا ایک اور شخص کھڑا تھا اور بڑا سا جُبہ پہنے ہوئے تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی کوئی مولوی ہے مگر اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُس پر زرد زرد ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں مَیں نے دیکھا کہ وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا مرزا اٹھ گیا، مرزا اٹھ گیا۔ گویا وہ اپنے زخمی ہاتھ کو بھی دوسرے ہاتھ پر مار کر یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک ثواب کا کام کررہا ہے۔

پھر یہیں لاہور میں میلا رام کے منڈوہ میں 1904ء میں آپ کا ایک دفعہ لیکچر ہوا۔ محمود خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کے والد رحمت اللہ خان صاحب اُن دنوں شہر کے کوتوال تھے انہوں نے پولیس کا بڑا اچھا انتظام کیا مگر پھر بھی چاروں طرف سے اُنہیں اِس قدر فساد کی رپورٹیں پہنچیں کہ انہوں نے چھاؤنی سے گورا سپاہی منگوائے اور آپ کے آگے پیچھے کھڑے کردیئے۔ پھر مجھے وہ نظارہ بھی خوب یاد ہے جبکہ قادیان میں جس کا واحد مالک ہمارا خاندان ہے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا بائیکاٹ کیا گیا اور لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا گیا، چوڑھوں کو کہا گیا کہ وہ صفائی نہ کریں، کمہاروں کو کہا گیا کہ وہ برتن نہ بنائیں، سقّوں کو کہا گیا کہ وہ پانی نہ بھریں، نائیوں کو کہا گیا کہ وہ حجامت نہ بنائیں، قلعی گروں کو کہا گیا کہ وہ آپ کے برتنوں پر قلعی نہ کریں۔ غرض نہ کوئی صفائی کرتا، نہ کوئی قلعی کرتا، بڑی مصیبت سے اِردگرد کے گاؤں والوں سے اِن ضروریات کو پورا کیا جاتا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آپ کی مسجد کے سامنے دیوار کھینچ دی گئی تا کہ کوئی شخص اِس میں نماز پڑھنے کے لئے نہ آسکے۔

اِسی طرح آپ پر مختلف قسم کے مقدمات دائر کئے گئے اور بڑوں اور چھوٹوں سب نے مل کر چاہا کہ آپ کو مٹا دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک پادری نے آپ پر اقدام قتل کا نہایت جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا اور ایک شخص کو پیش کیا جو کہتا تھا کہ مجھے مرزا صاحب نے اِس پادری کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آخر اِسی شخص نے عدالت کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے جھوٹ سکھایا گیا تھا تا کہ کسی طرح مرزا صاحب سزایاب ہوں ورنہ وہ اِس الزام سے بالکل بَری ہیں۔ کرنل ڈگلس جو ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے اُن کے سامنے ہی مقدمہ پیش ہوا اور باوجود اس کے کہ یہ مقدمہ عیسائیوں کی طرف سے تھا اور اس بنا پر تھا کہ مرزا صاحب اسلام کی تائید کرتے اور عیسائیوں کو دجّال قرار دیتے ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت میں پیش ہوئے۔ یہ وہی شخص تھے جنہوں نے کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اَب میں ہی انہیں گراؤں گا۔

مسٹر ڈگلس جن کے سامنے یہ کیس پیش ہوا (اور جو 25/فروری 1957ء کو لنڈن میں وفات پا گئے ہیں) پہلے ایسے متعصب عیسائی تھے کہ جب وہ گورداسپور آئے تو انہوں نے آتے ہی اس بات پر اظہار تعجب کیا کہ ابھی تک اس شخص کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا جو اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ میں اُن کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی اُن کی طبیعت پر ایسا اثر پڑا کہ اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص مجرم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے ڈائس پر اپنے پہلو میں کرسی بچھوائی اور اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریف رکھنے کے لئے کہا۔ یہ وہی دن تھا جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت تھی وہ اِس امید پر آئے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہو گی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ مگر جب وہ اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مدعی اور اُس کے ساتھی تو باہر کھڑے ہیں اور ملزم کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کو آگ لگ گئی اور اُنہوں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ میرے لئے بھی کرسی کا انتظام کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیوں کرسی دی جائے۔ آپ ایک گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور گواہوں کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ اِس پر وہ زیادہ اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے ضرور کرسی دی جائے۔ مسٹر ڈگلس کہنے لگے میں نے کہہ جو دیا ہے کہ آپ کو کرسی نہیں ملے گی۔ اِس پر بھی وہ خاموش نہ ہوئے اور کہنے لگے میں لاٹ صاحب کے پاس ملنے جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دے دیتے ہیں آپ مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے۔ یہ سن کر ڈپٹی کمشنر کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اگر ایک چوڑھا بھی ہم سے مکان پر ملنے کے لئے آئے تو ہم اُسے بھی کرسی دے دیتے ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے یہاں تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ وہ اس پر بھی خاموش نہ ہوئے اور پھر کرسی کے لئے اصرار کرنے لگے۔ آخر ڈپٹی کمشنر نہایت غصہ سے کہنے لگا بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔

یہ اُس شخص کا حال ہوا جس نے کہا تھا کہ مَیں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اَب میں ہی اس کو گراؤں گا۔ وہاں سے اپنی ذلّت کروا کے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی اُس پر آ کر بیٹھ گئے۔ مگر مشہور ہے کہ نوکر آقا کے پیچھے چلتے ہیں۔ چپڑاسی جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ اندر ڈپٹی کمشنر ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں اُس نے جب دیکھا کہ برآمدہ میں یہ کرسی پر آ کر بیٹھ گئے ہیں تو وہ دَوڑا دَوڑا آیا اور آ کر کہنے لگا مولوی صاحب! کرسی سے اُٹھیے یہاں آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ وہاں سے اُٹھے تو باہر ہجوم میں آ گئے۔ وہاں کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی۔ یہ جاتے ہی اُس پر بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ جب لوگ مجھے یہاں چادر پر بیٹھا دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے کمرہ عدالت میں بھی اچھی جگہ ملی ہو گی۔ مگر وہ جس نے خدا کے مأمور کے متعلق کہا تھا کہ مَیں نے ہی اسے بڑھایا ہے اور اَب میں ہی اِسے نیچے گراؤں گا خدا نے اُسے یہاں بھی ذلیل کیا۔ ابھی وہ چادر پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک باغیرت مسلمان دَوڑا دَوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر پلید مت کرو تم ایک مسلمان کے خلاف ایک عیسائی کے حق میں گواہی دینے آئے ہو۔ آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی ذلّت کے ساتھ اُٹھنا پڑا۔

پھر میں نے خود اِنہی مولوی محمد حسین صاحب کو اس حالت میں دیکھا کہ عجز اور مسکنت ان کی صورت سے ظاہر ہوتی تھی۔ میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ کسی کام کے لئے مجھ سے ملنے کے لئے آئے مگر انہیں شرم آتی تھی کہ جس شخص کی ساری عمر مَیں شدید مخالفت کرتا رہا اُس کے بیٹے سے کس طرح ملوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ کمرے میں آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے پھر آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے۔ چار پانچ دفعہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

ہمارے ہاں ایک ملازم ہوا کرتا تھا، پیرا اُس کا نام تھا، وہ بالکل اَن پڑھ اور جاہل تھا۔ نماز تک اُسے یاد نہیں ہوتی تھی، بیسیوں دفعہ اسے یاد کرائی گئی مگر وہ ہمیشہ بھول جاتا۔ اُسے کبھی تاریں دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ بھجوایا کرتے تھے یا کوئی بلٹی آتی تو اُسے چھڑوانے کے لئے اُسے بٹالہ بھجوا دیا جاتا۔ ایک دفعہ اسی طرح وہ کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گیا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اُسے مل گئے۔ مولوی صاحب کی عادت تھی کہ وہ اسٹیشن پر جاتے اور لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے ایک دن انہیں اور کوئی آدمی نہ ملا تو پیرے کو ہی انہوں نے پکڑ لیا اور کہنے لگے۔ پیرے تم مرزا صاحب کے پاس کیوں رہتے ہو وہ تو کافر اور بے دین ہیں۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں تو پڑھا لکھا آدمی نہیں، نماز تک مجھے نہیں آتی، کئی دفعہ لوگوں نے مجھے سکھائی ہے مگر مجھے یاد نہیں ہوتی۔ پس مجھے مسائل تو آتے ہی نہیں لیکن ایک بات ضرور ہے جو میں نے دیکھی ہے۔ مولوی صاحب کہنے لگے وہ کیا؟ پیرے نے کہا میں ہمیشہ تاریں دینے یا بلٹیاں لینے کے لئے بٹالے آتا رہتا ہوں اور جب بھی یہاں آتا ہوں آپ کو یہاں پھرتے اور لوگوں کو ورغلاتے دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص قادیان نہ جائے۔ مولوی صاحب! اب تک آپ کی اس کوشش میں شاید کئی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی مگر کوئی شخص آپ کی بات نہیں سنتا۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر بھی ساری دنیا اُن کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔ آخر اُن کے پاس کوئی سچائی ہے تبھی تو ایسا ہو رہا ہے ورنہ لوگ آپ کی بات کیوں نہ سنتے۔

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 199 تا 212)

اصحابِ احمد رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ دعوت و تبلیغ 5

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی تبلیغی مساعی، قربانیوں اور میدانِ تبلیغ میں فتح و نصرت الٰہی کے ایمان افروز واقعات

(مرتّبہ: میر انجم پرویز۔ مبلغ سلسلہ)

تبلیغ کا راستہ کیسے نکالیں

مولوی عبدالمجید منیب صاحب ہلاپوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ کے جلسہ ہوشیار پور (1944ء) میں شمولیت کے لیے ہمارا ایک وفد، جو غالباً 5 یا 7 افراد پر مشتمل سائیکل سوار تھا، قادیان سے روانہ ہوا۔ میں نے اپنے رفقاء کی خدمت میں درخواست کی کہ میری خواہش ہے کہ راستہ کے ہر ایک گاؤں میں بلا استثنا تبلیغ کرتے جائیں۔ چنانچہ ایک گاؤں میں سے جب ہم گزر رہے تھے تو ایک جگہ ایک مجلس تعزیت قائم تھی۔ جو شخص ہاتھ اٹھا کر فاتحہ خوانی نہ کرے وہ ان لوگوں کی نگاہ میں بڑا مبغوض ہوتا ہے۔ میں نے بھی مصلحتاً فاتحہ خوانی کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پھر تبلیغ کی۔ میرے بعض رفقاء نے اس امر کو ناپسند کیا۔ میں نے کہا کہ تبلیغ کی خاطر میں نے ایسا کیا تھا۔ یہ واقعہ کسی نے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے سامنے، جو مفتی سلسلہ تھے، پیش کر دیا۔ آپ کے دریافت فرمانے پر میں نے صحیح صحیح واقعہ بیان کر دیا تو اس پر آپ نے فرمایا کہ تبلیغ کا راستہ تو اس طرح بھی نکل سکتا تھا کہ وہ لوگ جب اعتراض کرتے کہ آپ نے فاتحہ خوانی کی رسم کیوں نہیں ادا کی تو آپ کہہ دیتے کہ یہ طریق بدعت ہے، اس کا کوئی ثبوت قرآن مجید اور احادیث میں نہیں ملتا۔ اس طرح تو آپ نے ان کے ساتھ اس بدعت میں شرکت کر لی۔ (اصحاب احمد جلد 5)

تبلیغ کے مواقع پیدا کرنا

حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ اپنے عزّ و وقار اور منصب سے فائدہ اٹھا کر تبلیغ کے مواقع پیدا کرتے تھے اور کلمۂ حق پہنچانے میں نڈر تھے۔ چنانچہ اخبار الفضل (20 فروری 1917ء) میں مرقوم ہے: ''اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملک مولا بخش صاحب احمدی کلرک آف دی کورٹ کو کہ انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے سفر لنڈن کی تقریب پر مفتی صاحب کو ایک دعوت دی، جس میں معززین شہر گورداسپور کو جمع کر کے بعد کھانے کے مفتی صاحب موصوف نے ایک مدلّل موثر مختصر تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ، اس زمانہ میں آپؑ کی آمد کی ضرورت اور آپؑ کے دعویٰ کے دلائل بیان کیے۔ سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا اور بعض اصحاب نے زبانی بھی بہت سی باتیں حضرت مفتی صاحب سے دریافت کیں اور اطمینان بخش جواب پائے۔'' (اصحاب احمد جلد 1)

جذبۂ تبلیغ اور تبلیغی خطوط

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے جذبۂ تبلیغ کے بارے میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:

''اپنا پرایا، غریب امیر جو بجز کسی خاص مقصد کے ملنے آتا اس سے گفتگو ضرور تبلیغی ہو ہی جاتی۔ اکثر میں پوچھتی کہ کون آیا تھا؟ فلاں آیا تھا۔ کیا بات چیت ہوئی؟ تو فرماتے وہی موضوع جو ہم لوگوں کے پاس ہے اور کیا؟ یہ ہی ذکر آ گیا تھا، اس پر اس کو ذرا سمجھا دیا وغیرہ۔ ایک عزیز کا لڑکا، جس کو وظیفہ دے کر قادیان میں تعلیم دلوائی، باہر جا کر ملازمت کے سلسلہ میں مرتد ہو گیا۔ اس کا بہت رنج تھا۔ ایک دن وہ اتفاق سے آ گیا۔ نماز عشاء کے بعد سے صبح کی اذان ہو گئی، باتوں کے جوش میں وقت کا دھیان نہ رہا۔ وہیں باغ میں کھڑے اور بیٹھے اس کو سمجھاتے سمجھاتے رات گزر گئی۔ آئے تو اسی طرح تازہ دم تھے گویا ابھی گئے تھے۔ خطوط تبلیغی اکثر لکھتے تھے۔ اکبر الہ آبادی مشہور شاعر کو بھی لکھا تھا، جس کا عنوان اکبر ہی کا ایک شعر تھا:

وقتِ پیری آ گیا اکبر! جوانی ہو چکی
خوابِ غفلت سے اٹھو، پیدا ہوئے آثارِ صبح

(اصحاب احمد جلد 2)

مشنری کی تشہیر کا ایک بڑا ذریعہ

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ نے 30 نومبر 1919ء کو مسجد اقصیٰ میں لنڈن مشن کے حالات سناتے ہوئے بیان کیا:

''وہاں ایک بڑا ذریعہ مشنری کے اشتہار کا یہ ہے کہ وہاں کا پورا لباس اختیار نہ کرے بلکہ ان سے کچھ امتیاز رکھے، کیونکہ اگر بالکل ان جیسا ہی لباس پہن لے تو پھر ان کے لیے کوئی توجہ کرنے کی وجہ نہیں ہوتی۔ میں وہاں پگڑی رکھتا تھا۔ لیکچروں اور ملاقات کے وقت پگڑی ہی ہوتی تھی۔ البتہ جب کسی دکان میں کچھ خریدنے کے لیے جاتا تو اس وقت ٹوپی پہن لیتا تھا، کیونکہ اگر پگڑی رکھے ہوئے دکان میں جائیں تو وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی راجہ یا مہاراجہ ہے جو اپنے طرز کو نباہ رہا ہے اور اس پر مطلق ہمارے لباس وغیرہ کا اثر نہیں ہوا۔ اس غلط فہمی میں اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید وہ اشیاء کی قیمت معمول سے زیادہ نہ وصول کر لیں۔ پس میرا یہ طریق تھا کہ خرید و فروخت کے وقت ٹوپی اور باقی وقتوں میں پگڑی رکھتا تھا۔ (اصحاب احمد جلد 6)

ایسا طریق تبلیغ جس سے شور مچ جائے

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

ماہ رمضان میں بمقام ''دیری دوا'' (حبشہ) مسجد میں مَیں تلاوت کر رہا تھا۔ امام مسجد کے دریافت کرنے پر میں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ہندوستان میں حضرت مہدی یا نبی آ گئے ہیں۔ بحث شروع ہوئی۔ ایک ہزار کا مجمع ہو گیا۔ لوگ میرے مارنے پر تُل گئے۔ میرے سر پر وار بھی کیا۔ کچھ لوگ مجھے میری جان بچانے کے لیے مسجد سے باہر نکالنا چاہتے تھے، لیکن دوسرے لوگ مزاحم تھے تا کہ جان سے مار ڈالیں۔ بہرحال یہ لوگ مجھے دھکیلتے دھکیلتے بازار لے گئے۔ وہاں مَیں ایک دکان پر کھڑا ہو گیا کہ یہ لوگ جو چاہیں کر لیں یا واپس چلے جائیں۔ اس دکان

میں عبداللہ عبدوش اسیاتفری والے احمدی کے والد، جو غیر احمدی تھے، موجود تھے۔ انھوں نے یہ طوفان بے تمیزی دیکھ کر بھانپ لیا کہ خون ہو جائے گا۔ ان کو طیش آیا اور ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انھوں نے چند نوجوانوں کو پورے عزم سے للکار کر کہا کہ تم میں سے جس نے میری دکان میں قدم دھرا میں اسے قتل کر دوں گا۔ اس پر لاٹھیوں اور چاقوؤں سے مسلح نوجوان وہاں سے چلے گئے۔

میرا مقصد یہ تھا کہ اِکّے دُکّے کو تبلیغ کرنے میں سالہا سال صرف ہوں گے۔ ایسے طریق اختیار کیے جائیں جن سے شور مچ جائے اور تبلیغ ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ براہِ راست میرے ذریعے ستر کے قریب افراد نے بیعت کی۔ پھر آگے ان کے ذریعے یا خطوط کے ذریعے مزید قریبًا تین صد افراد نے بیعت کی۔ چونکہ ابی سینیا (حبشہ) دوسرے ممالک سے الگ تھلگ ہے۔ دیگر ممالک کی طرح وہاں خط و کتابت اور تبلیغ کی آزادی نہیں۔ نہ وہاں کے لیے کسی مبلغ اسلام کو پاسپورٹ مل سکتا ہے، نہ ہی وہاں سے آنے والوں کو پاسپورٹ کی عام سہولت حاصل ہے۔ کھلا جلسہ کرنے سے لوگ ہچکچاتے ہیں۔ (اصحاب احمد جلد7)

تبلیغ کے طریق

حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرمؓا (سابق کشن لعل) احمدیت سے قبل ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور چونگی خانہ میں ملازم تھے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

''چونگی خانہ میں ایک احمدی منشی عبدالوہاب صاحبؓ محرر تھے۔ ملازمت کے دوران میں مجھ کو اکثر ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ تبلیغ کا ان کو بہت شوق تھا۔ مجھ کو بھی وہ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان کا طریق تبلیغ یہ تھا کہ وہ ہندو مذہب کا ایک نقص ظاہر کر کے اس کے مقابلے میں اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تھے اور دلائل سے موازنہ کرتے تھے۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق بحث مباحثہ کرتا تھا لیکن ابتدا سے میری طبیعت میں یہ بات تھی کہ جو بات مجھ کو درست معلوم ہوتی تھی اس پر میں خاموش ہو جاتا تھا۔

مسلمانوں سے مذہبی گفتگو کا آغاز ایک معمولی واقعہ سے ہوا۔ جس چونگی پر میرا تقرر تھا وہاں ایک سپاہی فقیر محمد بھی متعین تھا۔ ایک روز ہم چارپائی پر بیٹھے تھے کہ ایک گائے ادھر سے گزری۔ چارپائی کے بالمقابل آ کر اس نے پیشاب کر دیا۔ چھینٹے اُڑ کر ہمارے کپڑوں پر پڑے۔ فقیر محمد نے لٹھ لے کر گائے کو خوب زدوکوب کیا۔ میں برداشت نہ کر سکا اور اس سے جھگڑ پڑا۔... گفتگو ایک مباحثہ کی صورت اختیار کر گئی۔ جب ہماری اس گفتگو کا چرچا چونگی خانہ میں ہوا اور منشی عبدالوہاب صاحبؓ کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو بھی شوق ہوا کہ مجھ سے وہ مذہبی امور پر باتیں کریں۔ چنانچہ ان سے اکثر مذہبی گفتگو ہوتی۔ وہ بہت پیار اور محبت سے مجھ کو تبلیغ کرتے۔ ان کی صحبت سے رفتہ رفتہ مجھ پر ہندو مذہب کے نقائص اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوتی گئیں اور خدا تعالیٰ کی توحید اور عظمت کا اثر میرے دل پر ہونے لگا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے، جو اس کو پکارتا ہے وہ اس کی سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ پھر منشی صاحب نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتابیں دکھانا شروع کر دیں۔ اخبار بدر اور الحکم ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تازہ بتازہ الہام بھی درج ہوتے تھے۔ وہ اکثر میں پڑھا کرتا تھا۔ انہی دنوں مجھے بعض مقاصد درپیش تھے۔

میں نے سوچا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ چلو آزما کر دیکھیں کہ کیا واقعی اسلام کے طریق پر دعا کرنے سے خدا سنتا ہے؟ میں نے منشی عبدالوہاب صاحبؓ سے کہا مجھے نماز سکھائیں۔ میں آپ کے طریق پر اپنے بعض مقاصد کے لیے دعا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے مقاصد تو ان کو نہیں بتائے تھے، البتہ نماز ان سے سیکھنی شروع کر دی۔ گو میری زبان پر عربی عبارت نہ چڑھتی تھی تاہم اچھی بری میں نے سیکھ ہی لی اور ترجمہ بھی سیکھا اور چھپ کر اپنے طور پر نماز پڑھنی شروع کر دی۔... اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سن لیں اور اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میری دستگیری فرمائی اور اس صفائی سے میرے مقاصد پورے کیے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔''

چنانچہ آپؓ نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (اصحاب احمد جلد10)

باتنخواہ مبلغ رکھنا

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ کو تبلیغ حق کا جو سچا جوش تھا اس کے تموجات مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ ابھی جبکہ صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ باتنخواہ مبلغ رکھ سکے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے اپنے خرچ پر پہلا باتنخواہ مبلغ رکھا، جس کے ذاتی اخراجات کے نواب صاحبؓ خود کفیل ہوتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد2)

اہل خانہ کو تبلیغ

بہت سے لوگ جو احمدی ہوئے انہوں نے اپنی بیویوں کو احمدی بنانے کی کوشش نہ کی، جس کے نتیجہ میں ان کی اولادیں احمدیت سے دُور ہو گئیں۔ اصحابِ احمدؑ میں ہمیں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے احمدیت کے نور سے منور ہونے کے بعد اپنے اہلِ بیت کو خاص طور پر تبلیغ کی تا کہ وہ ان کی آئندہ نسلوں کو اندھیروں میں نہ دھکیل دیں۔

حضرت منشی امام الدین صاحب پٹواریؓ کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپؓ کی شادی محترمہ کریم بی بی صاحبہ بنت میاں امام الدین صاحب سکنہ اوجلہ ضلع گورداسپور سے ہوئی تھی۔ حضرت منشی صاحبؓ نے (1894ء میں) خود بیعت کرنے کے بعد اپنے اہلِ بیت کو بھی چھ سات ماہ تبلیغ کی۔ چنانچہ اُسی سال آپ کی اہلیہ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ پھر حضرت منشی صاحبؓ دوسروں کو تبلیغ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپؓ کی تبلیغ اور کوشش سے خدا تعالیٰ کے فضل سے تین جگہ جماعتیں قائم ہوئیں۔ (اصحاب احمد جلد1)

سارے ضلع میں پھر کر تبلیغ

حضرت قاضی ضیاء الدینؓ کے بارہ میں ان کے صاحبزادہ قاضی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد بزرگوار کو سارے ضلع میں پھر کر تبلیغ کرنے کا بڑا شوق تھا اور کئی گاؤں کے لوگ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ 1902ء میں جب آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اور میں قادیان میں زیرِ تعلیم تھا تو موسمِ گرما کی تعطیلات میں آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور سارے ضلع میں پھر پھر کر اپنے قدیمی تعلقات والوں کو، اقرباء کو مختلف دیہات میں

جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور صداقت کے دلائل اچھی طرح سے واضح کرتے تھے۔(اصحاب احمد جلد6)

اسی طرح حضرت میاں رکن الدین صاحبؓ سکنہ ہرچوکے ضلع گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کو تبلیغ کی ایک خاص دُھن اور عشق تھا اور اس تبلیغی محبت میں وہ بہت سفر کرتے تھے۔ایک جزدان گلے ڈالے پہلو میں رکھتے تھے، جس میں قلم دوات، کتب اور تبلیغی حوالے موجود ہوتے تھے۔ ضلع گوجرانوالہ کے ہر قصبہ میں جاتے اور تبادلہ خیالات کرتے۔تمام رشتہ داروں کے ہاں بار بار جاتے اور تبلیغ کرتے تھے۔گوجرانوالہ کے ضلع میں پہلے احمدی وہی تھے۔ہمیں بھی انہی کے ذریعہ احمدیت نصیب ہوئی۔(اصحاب احمد جلد6)

تبلیغ۔اہل وطن کا حق ہے

حضرت محمد عبد اللہ بوتالوی صاحبؓ نے 10 ستمبر 1913ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں خط لکھا جس میں تحریر کیا:

''میرا اور بابو محمد فاضل صاحب کا ارادہ اپنے گھر بوتالہ میں جا کر ہندو اور مسلمانوں کو کچھ تبلیغ کرنے کا ہے کیونکہ جب سے میں سلسلہ میں داخل ہوا ہوں عموماً وطن میں کم ہی رہا ہوں۔ان لوگوں کو کچھ مجھ پر پرانا حسن ظن بھی ہے، آرزو ہے کہ کلمۂ حق سنا کر کچھ اہلِ وطن کا حق ادا کروں۔براہِ مہربانی دعا بھی فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دیوے اور میری کوشش کو بارور فرماوے۔''

اس خط پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے تحریر فرمایا:''بہتر ہے، جانا مبارک ہو۔''(اصحابِ احمد جلد7)

قادیان ومضافات میں خصوصی تبلیغی مہم

احرار نے جب 1934ء میں قادیان میں ایک عظیم الشان اجتماع کیا اور اس وقت سے پنجاب کے علاوہ بالخصوص قادیان ومضافات میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف شرانگیزی کا آغاز کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے مضافات میں تبلیغ کی خصوصی مہم کا آغاز زیرِ نگرانی حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ کیا گیا۔بفضلہٖ تعالیٰ اس میں عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔مخالفت کا زور ختم ہوا۔علاقہ کے معززین جماعت میں داخل ہوئے۔قریہ بہ قریہ نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ 42-1941ء میں اس علاقہ میں تین مبلغ مصروفِ عمل تھے۔حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ نے اس عرصہ میں اعزازی طور پر اس علاقہ میں تبلیغی کام سرانجام دیا اور حضرت سیال صاحبؓ کے ساتھ بھی اور الگ بھی تبلیغی دورے کیے۔ مقامی تبلیغ پانچ چھ سال قبل سے شروع تھی۔43-1942ء میں اس کے دائرۂ عمل کو تحصیل ہائے بٹالہ وگورداسپور کے علاوہ ملحقہ اضلاع امرتسر، سیالکوٹ، جالندھر اور ہوشیارپور تک وسیع کردیا گیا تھا۔(گو ان اضلاع میں کام ابھی بہت محدود حد تک تھا لیکن بہرحال تبلیغی مورچے قائم کردیے گئے تھے۔) اس سال اس انتظام کے تحت ایک ہزار افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔(اصحاب احمد جلد11)

ہرطرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

اصحابِ احمد کی سیرت پر خدام الاحمدیہ پاکستان کی شائع کردہ کتاب ''حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ''(تالیف سلطان احمد صاحب) میں مرقوم ہے:

حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو تبلیغ کا ایک جنون تھا۔غیر احمدی، غیر مبائع، ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی غرضیکہ ہر مذہب وملت کے ماننے والوں سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر گفتگو کرلیا کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد میں آپؓ نے ہندوستان کے دورے کرکے ہر مذہب وملت کے ماننے والوں پر اسلام اور احمدیت کی صداقت کو واضح کیا اور اس سلسلہ میں آپ نے نہ اپنی بیماری کا خیال کیا اور نہ آپ سفر کی صعوبتوں سے ڈرے۔آپ جہیر الصوت اور خوش الحان تھے۔آواز میں ایک خاص قسم کا جذب اور کشش پائی جاتی تھی۔لوگ آپ کی پُراثر تقریر اور مدلل گفتگو کو نہایت شوق اور توجہ سے سنتے۔کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ادھر آپ کسی جلسہ میں تقریر کرکے ہٹے اور ادھر بیسیوں آدمیوں نے بیعت کے لیے اپنے آپ کو پیش کردیا۔

آپ نے ہندوستان کے ہر کونہ میں پیغامِ حق پہنچایا۔ہندوستان کے علاوہ آپ کو ممالکِ غیر میں بھی تبلیغ کا موقع ملا۔1924ء میں جب آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ یورپ اور بلادِ عربیہ کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضور کے ارشاد کے تحت آپ نے عرشہ جہاز پر یہودیوں کو پیغامِ حق پہنچایا۔بیت المقدس میں یہودی علماء کو پیغامِ حق پہنچایا۔(الفضل 4ستمبر 1924ء)

بلادِ عربیہ میں آپ کو تبلیغ حق کا موقع ملا۔دمشق میں کئی ایک تقاریر کیں اور ان سے ہر فرقہ کے علماء نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حظ اٹھایا۔دمشق اور قاہرہ میں آپ انفرادی طور پر بھی رؤساء اور علماء سے ملے اور انہیں تبلیغ حق کی۔انگلینڈ میں آپ نے ویمبلے کانفرنس کے موقع پر تصوف کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے اہلِ یورپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔چند انگریزی الفاظ اور ہاتھوں کے بعض اشاروں کی مدد سے آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، چینیوں، دہریوں، مشرقی مصنفین اور مشرقی سفراء کو تبلیغ کی، بلکہ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر تبلیغی پروگرام مرتب کرنے والی ایک سب کمیٹی کے اجلاس کی صدارت بھی کی۔(الفضل، یکم دسمبر 1924ء)

ہر تشنہ لب کو مئے عرفان کے جام پیش کرنا

ہفت روزہ مؤقر''رفتارِ زمانہ'' لاہور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں رقمطراز ہے:

''فارغ اوقات میں تبلیغ اسلام آپؓ کا محبوب مشغلہ ہے اور دنیائے اسلام کا یہ واحد عظیم سیاستدان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلتے دیکھنے کو مانند سیماب بیقرار ہے اور اس بیقراری کی تسکین کے لیے ہر خاص وعام کو حق وصداقت کے سندیسے بانٹتا پھرتا ہے اور ہر تشنہ لب کو مئے عرفان کے جام پیش کرتا ہے۔ہر گم کردہ راہ کو مشعلِ اسلام کی روشنی میں صراطِ مستقیم دکھاتا ہے۔''(اصحاب احمد جلد11)

ہر مذہب وملت کے حکام کو تبلیغ

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ کی تبلیغ ہر مذہب وملت کے حکام تک وسیع تھی۔حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی اصولی خطبہ یا کسی انتظام کے بارے میں خطبہ شائع ہوتا تو مقامی حکام کو پڑھنے کے لیے دیتے، جن پر حضور کی خداداد قابلیت کا اثر ہوتا۔آپ تبلیغی لٹریچر کثیر تعداد میں منگوا کر تقسیم کرتے تھے۔آپ جن افراد کا رجحان تحقیق کی طرف پاتے ان کے لیے دن رات

ایک کر دیتے۔ بہت سی سعید روحیں آپ کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئیں۔ مثلاً حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ مبلغ انگلستان ومغربی افریقہ، جن کی تعلیم کا ایک حصہ پھگواڑہ میں ہوا اور اس وقت ہی آپ نے بیعت کی تھی۔ حاجی پور میں آباد کردہ مسلمانوں کی دینی تربیت کی کوشش میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور مبلغین وغیرہ سے اس بارے میں استفادہ کرتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد10)

حکام اور اعلیٰ طبقہ کو پیغام حق پہنچانا

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو اعلیٰ طبقہ میں تبلیغ کی خوب توفیق ملی۔ اس طبقہ کے لوگ عموماً اپنے ہم پلہ افراد کے بغیر کسی سے کلمۂ خیر سننا پسند نہیں کرتے اور چونکہ حضرت چودھری صاحب کو اعلیٰ دنیوی مناصب پر کام کرنے کی توفیق بھی ملی اس لیے آپ نے اپنی اعلیٰ دنیوی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیشہ اعلائے کلمۃ الاسلام کا فریضہ احسن طور پر انجام دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے اعلیٰ نمونے اور عظیم کردار سے بھی حقانیت اسلام کا سکہ اس طبقہ کے لوگوں کے دلوں پر قائم کیا۔

آپ کے قلبِ صافی میں جذبۂ اعلائے کلمۃ اللہ کا ایک بحرِ مواج موجزن ہے۔ گول میز کانفرنس وغیرہ کے مواقع پر باوجود انتہائی مصروفیتوں کے آپ نے ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے وقت نکالا۔ آپ نے صدر جمہوریہ امریکہ کو قرآن مجید کا ہدیہ پیش کر کے اسلام کی دعوت دی۔ باوجود سب ممبران کانفرنس سے زیادہ مشغول ہونے کے جناب چودھری صاحب موصوف تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے مقدس فرض سے بھی غافل نہیں رہے۔ چنانچہ اس عرصہ میں انہوں نے بہت سے لیکچر اسلام کی خوبیوں پر احمدیہ مسجد لنڈن میں دیے اور مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے واقف کرنے کے لیے بہت کوشش کی۔ (اصحاب احمد جلد11)

1922ء میں شہزادہ ویلز کے مملکتِ ہند میں ورود کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک تبلیغی کتاب، جو ''تحفہ شہزادہ ویلز'' کے نام سے معروف ہے، رقم فرمائی اور جماعت کے وفد نے اسے 27/فروری کو لاہور میں پیش کیا۔ اس وفد میں حضرت چودھری نصر اللہ خاں صاحبؓ اور محترم چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ بھی شامل تھے۔ (اصحاب احمد جلد11)

18/اپریل 1931ء کو چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ نے بمعیت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ ومولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ ریٹائر ہونے والے وائسرائے لارڈ ارون کی خدمت میں وائسریگل لاج دہلی میں ''تحفہ لارڈ ارون'' کتاب ایک خوشنما کاسکٹ میں پیش کی۔ (الفضل 13/اپریل 1931ء) تبلیغ کی خاطر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ اس میں جہاں حکومت کو اس کی ذمہ واریاں یاد دلاتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے حقوق کی طرف توجہ دلائی گئی تھی وہاں سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا ذکر کر کے انہیں دعوتِ اسلام دی ہے۔ (اصحاب احمد جلد11)

38-1937ء کے متعلق مرقوم ہے کہ اس عرصہ میں دو دفعہ آپ لندن آئے اور آپ کے ذریعہ بہت سے انگریزوں کو سلسلہ کی تبلیغ ہوئی۔ تقریبات کا ذکر وہاں کے مشہور اخبارات میں آیا اور بعض نے تصاویر بھی شائع کیں۔ بہت سے قونصل ہائی کمشنز اور خطاب یافتہ لوگ شامل ہوئے۔ (اصحاب احمد جلد11)

الفضل 11/اگست 1975ء کے مطابق 12/جولائی 1975ء کو جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ہالینڈ تشریف لائے۔ آپ نے مکرم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی معیت میں پاکستان کی سفیر محترمہ بیگم صاحبہ جناب لیاقت علی خاں صاحب مرحوم سے ایک ملاقات بھی فرمائی اور کتاب ''لائف آف محمدؐ'' کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں تحفۃً پیش فرمایا۔ (اصحاب احمد جلد11)

حضرت مصلح موعودؓ کی زیرنگرانی جو دنیا بھر کے براعظموں کے مبلغین کی کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی اور ان برّ اعظموں میں تبلیغ اسلام کی توسیع کے لیے اہم فیصلے کیے گئے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو اس میں شرکت کرنے اور مشورہ دینے کا موقع ملا۔ (اصحاب احمد جلد11)

اگست 1933ء میں ''مجلس مذاہبِ عالم'' کے انعقاد کے دوران میں شکاگو میں اس سپوتِ اسلام نے موثق ومؤثر لیکچر دیے۔ (اصحاب احمد جلد11)

حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ اسٹیشن ماسٹر امرتسر میں تعیناتی کے سات سالہ عرصہ میں سیکرٹری تبلیغ بھی رہے۔ شہر کے طبقۂ امراء اور اسٹیشن پر آنے والے معززین اور راہنماؤں علی برادران، گاندھی جی، پنڈت موتی لال نہرو، مسٹر گوکھلے اور مذہبی راہنماؤں سے آپ نے بالمشافہ مذہبی گفتگوئیں کیں۔ (اصحاب احمد جلد3)

وائسرائے ہند کو تبلیغ

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حتی المقدور خوب تبلیغ کی اور کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے خاندان کے بعض افراد بھی احمدی ہوئے۔ اس ذکر پر مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لارڈ ارون وائسرائے ہند نے نواب صاحبؓ کو تحریر کیا کہ ایسا لٹریچر بھجوائیں جو سرینگر میں قبرِ مسیح ہونے پر روشنی ڈالے۔ چنانچہ آپ نے لٹریچر بھجوا دیا۔ اس کے بعد لارڈ موصوف سرینگر گئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر پر بھی گئے۔ گویا اس طرح شاہ انگلستان وممالک محروسہ کے نائب پر بھی آپ اتمامِ حجت کا ذریعہ بنے۔ (اصحاب احمد جلد2)

امریکن پادری لاجواب ہوگیا

حضرت حاجی غلام احمد صاحب کے گاؤں میں 1926ء میں ایک امریکن پادری آیا۔ اس نے یہ اظہار کیا کہ گویا مقدس کتاب انجیل میں عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے اس سے کئی گھنٹے مباحثہ کیا اور 1875ء اور 1926ء کی مطبوعہ اناجیل دکھا کر ان کا تحریف وتبدّل ظاہر کر کے بتایا کہ یہ قابلِ اعتبار نہیں۔ پادری حیران وششدر رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ باتیں میں نے پہلی بار سنی ہیں۔ (اصحاب احمد جلد10)

چینی باشندوں کو تبلیغ

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 26 جنوری 1920ء کو انگلستان سے امریکہ روانہ ہوئے۔ تبلیغ کے شوق اور جذبہ سے سرشار حضرت مفتی صاحبؓ سفر میں بھی مسلسل، موقع ومحل کے مطابق تبلیغ کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ دوران سفر میں بھی آپ کے ذریعہ پانچ چینی باشندے جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ (حضرت مفتی محمد صادق صاحب، تالیف ساجد محمود بٹر صاحب)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

صلح حدیبیہ۔ اسلام کی فتح ونصرت کا عظیم شاہکار

(قسط دوم)

(ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز)

فتح اور نصرت کا پہلا نشان
قریش مکہ کے جگر گوشوں کا قبول اسلام

ابھی آنحضرت ﷺ کو مدینہ واپس پہنچے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ مکہ کا رہنے والا ایک نوجوان ابوبصیر نامی مسلمان ہو کر مکہ والوں کی حراست سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گیا۔ قریش مکہ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے دو آدمی مدینہ بھجوائے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر التجا کی کہ ابوبصیر کو معاہدہ کی شرائط کے مطابق ان کے حوالے کر دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوبصیر کو بلایا اور اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ ابوبصیر نے بہت کچھ واویلا کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ لوگ مجھ پر سختی کریں گے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم معاہدہ کر چکے ہیں اور اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ تمہیں بہر حال واپس جانا ہوگا۔ لیکن اگر تم خدا کی خاطر صبر سے کام لو گے تو خدا تمہارے لئے ضرور کوئی راستہ کھول دے گا۔''

اس پر ابوبصیر ناچار ان آدمیوں کے ساتھ واپس ہو لیا۔ مگر اس کے دل میں بجا خوف تھا کہ مکہ میں پہنچ کر اب اس پر پہلے سے زیادہ سختی کی جائے گی۔ چنانچہ ابھی یہ پارٹی مدینہ سے چند میل ہی دُور گئی تھی کہ ابوبصیر نے موقع پا کر ان دو آدمیوں میں سے ایک کو جواُن کا رئیس تھا قتل کر دیا اور قریب تھا کہ وہ دوسرے کو بھی قتل کر دیتا مگر وہ اپنی جان بچا کر بھاگا اور مدینہ پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے ابوبصیر بھی مدینہ پہنچ گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ابوبصیر کو بلایا۔ اس نے جواب دیا، آپ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق مجھے قریش کے حوالے کر دیا تھا۔ اب آپ ﷺ کی ذمہ واری ختم ہو گئی ہے۔ یہ جواب سن کر آنحضرت ﷺ بہت متعجب ہوئے، تاہم یہ محسوس کر کے کہ اس سے کوئی اور فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، آپ ﷺ نے ابوبصیر کو ملامت فرمائی۔ ابوبصیر نے جب آپ ﷺ کی ناراضگی دیکھی اور خیال کیا کہ آپ ﷺ ہر صورت میں اسے واپس مکہ بھجوا دیں گے تو وہ چپکے سے مدینہ سے نکل آیا اور بجائے مکہ جانے کے جہاں اب اسے جسمانی موت نظر آ رہی تھی اس نے ساحل سمندر کی راہ لی اور چلتا چلتا بحیرہ احمر کے نزدیک ایک مقام سیف البحر میں پہنچ گیا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ سیف البحر بحیرہ احمر کے ساحل پر شام کو جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ ادھر سے مکہ والوں کا قاصد بھی بے نیلِ مرام ہو کر واپس مکہ پہنچ گیا اور مکہ والوں کو ساری سرگزشت کہہ سنائی۔

اب مکہ والے تو کچھ کر نہ سکتے تھے مگر جب مکہ کے بعض اور مخفی مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابوبصیر سیف البحر پہنچ کر مکہ والوں کی دست برد سے آزاد ہو گیا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ مکہ سے بھاگ کر سیف البحر پہنچنے شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی نو آبادی قائم ہو گئی۔ انہی لوگوں میں رئیس مکہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل بھی تھا جسے آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ سے واپس لوٹا دیا تھا۔ آہستہ آہستہ ان مسلمانوں کی تعداد 300 تک پہنچ گئی۔ چونکہ یہ لوگ قریش مکہ سے سخت زخم زدہ تھے، دوسری طرف وہ سیاسی طور پر اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے، لہٰذا انہوں نے شام جانے والے قریش کے تجارتی قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے، جو قافلہ بھی شام کو جا رہا ہوتا یا شام سے مال لے کر مکہ کو واپس آ رہا ہوتا وہ سیف البحر کے نوجوان مسلمانوں کا شکار ہو جاتا۔

اس نئی اور غیر متوقع صورت نے اہل مکہ کے لئے ایک خطرناک شکل اختیار کر لی، بالخصوص اس لئے بھی کہ ان کے نوجوانوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی اور سیف البحر میں بھاگ کر آنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر ان بھاگ کے آنے والے نوجوان مسلمانوں کے دلوں میں ان مظالم نے جو کفار ان پر ڈھاتے رہے تھے، بلا کا جوش اور جذبۂ انتقام پیدا کر دیا تھا۔ دوسری طرف وہ کسی نظام کے ماتحت نہ تھے، نہ مکہ کے قبائلی رسم ورواج کے اور نہ مسلمانوں کے اسلامی نظام کے۔ قریش بھی محسوس کرتے تھے کہ معاہدہ کے مطابق مدینہ کی اسلامی ریاست کا ان نوجوانوں پر کوئی کنٹرول نہیں۔ چنانچہ انہوں نے باہم مشورہ کر کے ایک سفارتی وفد آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ بھجوایا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ سیف البحر کے ان مسلمانوں کو مدینہ بلا لیں اور انہیں اپنے انتظام میں لے لیں اور یہ کہ وہ معاہدہ کی اس شرط کو جس کے تحت مکہ سے مدینہ آنے والے مسلمانوں پر پابندی لگائی گئی تھی، منسوخ کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے قریش مکہ کی اس درخواست کو بخوشی قبول فرما لیا۔ دوسری طرف ابوبصیر اور ابوجندل وغیرہ کو ایک خط کے ذریعے اطلاع بھجوائی کہ چونکہ قریش نے اپنی خوشی سے معاہدہ میں ترمیم کر دی ہے، لہٰذا اب وہ بلا روک ٹوک مدینہ آ سکتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کا قاصد آپ ﷺ کا خط لے کر سیف البحر پہنچا تو اس وقت ابوبصیر صاحبِ فراش تھے اور ان کی حالت نازک تھی، انہوں نے آنحضرت ﷺ کا وہ مکتوب بصد شوق اور محبت اپنے سینے پر رکھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اسی حالت میں جان دے دی۔ اس کے بعد ابوجندل اور اس کے ساتھی اپنے اس جوانمرد اور باہمت امیر کو سیف البحر میں ہی دفن کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ پہنچ گئے اور یوں قریش مکہ کو اس ''بلائے ناگہانی'' سے نجات مل گئی۔

یہ مسلمانوں کی پہلی فتح تھی جو انہیں صلح حدیبیہ کے طفیل حاصل ہوئی۔ گویا معاہدہ کی وہی شرط جس پر مکہ کے قریش بہت نازاں تھے، دوسری طرف جس نے صحابہ کے دلوں کو سخت رنجیدہ کیا تھا، اسے بالآخر انہیں اپنے ہی ہاتھوں سے منسوخ کرنا پڑا اور اس طرح پر اس معاہدہ کی برکت سے جہاں مسلمانوں کو کفار پر اخلاقی فتح حاصل ہوئی، وہاں انہیں مسلمان نوجوانوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی مل گئی جو اہل مکہ سے ہمیشہ کے لئے کٹ کر اب مسلمانوں سے جا ملے۔

فتح ونصرت کا دوسرا نشان
تبلیغی دعوت ناموں کی روانگی اور شاہان وقت کے درباروں میں اسلام کا چرچا

اسلام اور مسلمانوں کے حق میں فتح کا دوسرا نشان اس صورت میں ظاہر ہوا کہ جنگوں سے ایک عرصہ کے لئے نجات مل جانے کی وجہ سے جزوی امن پیدا ہو

جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اب اسلام کے اہم فریضہ کی طرف توجہ فرمائی، جو یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (المائدہ: 86) کے قرآنی ارشاد کے تحت آپ کے سپرد ہو چکا تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں عالمی سطح پر اسلام کو وہ شہرت حاصل ہوئی جس نے آئندہ کے لئے مسلمانوں کی ترقی اور غلبے کی راہیں ہموار کر دیں۔

اس سلسلہ میں سب پہلے آنحضرت ﷺ نے اپنے خداداد منصب نبوت کے لحاظ سے اور اسلام کے عالمگیر مشن کی تکمیل کی غرض سے بادشاہانِ وقت کی طرف توجہ فرمائی۔ اس بارے میں جب آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ دنیوی حکمرانوں کے عام دستور کے مطابق ان کی طرف لکھے جانے والے خطوط پر آنحضرت ﷺ کی ایک مہر ثبت ہونی چاہیے اور یہ کہ ایک ایسی انگوٹھی تیار کروائی جائے جس پر آنحضرت ﷺ کا نام کندہ ہو جو مہر کا کام دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کروا کر اس پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ایسے طور پر کندہ کروائے کہ سب سے اوپر اللہ کا لفظ آتا تھا، اس کے نیچے رسول کا اور اس سے نیچے محمد کا۔ یہ انگوٹھی اس کے بعد ہمیشہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں رہی اور جب کسی بادشاہ یا قبیلہ کے کسی رئیس کو خط لکھا جاتا تو اس انگوٹھی کے ساتھ اس پر ''محمد رسول اللہ'' کی مہر ثبت کر دی جاتی۔

آنحضرت ﷺ کا پہلا تبلیغی خط

اس سلسلے کا سب سے پہلا تبلیغی خط ہرقل، قیصر روما، کو لکھا گیا۔ یہ خط صلح حدیبیہ کے معاً بعد یعنی ماہ ذوالحجہ سن 6 ھجری میں آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی حضرت دحیہؓ بن خلیفہ الکلبی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ آپؐ نے خط کو ارسال فرماتے وقت غالباً القاء ربانی کے ماتحت یہ خوشخبری سنائی کہ جو شخص یہ خدمت بجالائے گا، خواہ وہ بظاہر اس مہم میں کامیاب ہو یا نہ ہو، انشاء اللہ جنت میں جائے گا۔ آپ نے اپنے قاصد کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ پہلے یہ خط بصریٰ کے رئیس حارث بن ابی شمر جو عرب کے شمال میں قیصر کا موروثی گورنر سمجھا جاتا تھا، کے پاس لے جایا جائے اور پھر اس کے توسط سے قیصر روم کے پاس پہنچے۔

قیصر روم ان ایام میں کسریٰ شاہ ایران پر ایک فیصلہ کن فتح حاصل ہونے کے بعد ایفاء نذر کے سلسلہ میں حمص سے پیدل چل کر ایلیا (یعنی بیت المقدس) میں پہنچا ہوا تھا۔ خط ملنے سے پہلے ہرقل ایک ایسا نظارہ دیکھ چکا تھا جس کے نتیجے میں وہ اس یقین پر قائم تھا کہ عرب قوم کے اندر کسی نئے بادشاہ کا ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جونہی شہنشاہ ہرقل ایلیا پہنچا تو ایک صبح اس نے اپنے بعض خاص درباریوں کو بلا کر ان سے کہا کہ آج رات ستاروں میں ایک نئی حرکت کے آثار دیکھنے میں آئے ہیں جن سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ کسی ختنہ کرنے والی قوم کے اندر ایک نئے بادشاہ کا ظہور ہوا ہے (ہوسکتا ہے اس نے یہ نظارہ کشفی حالت میں دیکھا ہو)۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ آج کل کون کون سی قومیں ختنہ کراتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے علم میں یہود کے سوا کوئی قوم ختنہ نہیں کرتی اور ساتھ مشورہ دیا کہ آپ یہود سے خطرہ محسوس نہ کریں۔ آپ اپنی حکومت کے مختلف شہروں میں حکم بھجوا دیں کہ وہ یہود کو جہاں بھی ہوں قتل کرنا شروع کر دیں۔

ابھی ہرقل کے دربار میں اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ریاست غساں کے رئیس کی طرف سے دربار شاہی میں یہ اطلاع پہنچی کہ عرب میں ایک شخص محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اسے اپنی قوم کے اندر بہت مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ ہرقل نے جب یہ خبر سنی تو کہا، معلوم کیا جائے کہ آیا عرب لوگ ختنہ کرتے ہیں۔ جب اسے بتایا گیا کہ عرب لوگ بھی ختنہ کرتے ہیں تو وہ کہنے لگا، تو پھر وہ اسی قوم کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے مزید تحقیق کے لئے اپنے ملک کے ایک بہت بڑے عالم کو جو رومیہ کا رہنے والا تھا خط لکھا اور اسے سارے احوال بتا کر اس کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کی۔

اسی دوران ہرقل کو خود آنحضرت ﷺ کا خط بھی پہنچ گیا۔ خط پڑھنے کے بعد ہرقل نے ہدایت کی کہ اگر مدعی رسالت کی قوم کا کوئی شخص اس وقت ملک میں موجود ہو تو مجھے اطلاع دی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ مکہ کا رئیس ابوسفیان بن حرب ان دنوں اپنے بعض قریشی ساتھیوں کے ہمراہ شام میں تجارت کی غرض سے پہنچا ہوا تھا۔ جب قیصر روم کو اس کی ملک میں موجودگی کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو دربار میں پیش کیا جائے۔ اس موقع پر ابوسفیان اور شاہ ہرقل کے درمیان وہ تاریخی مکالمہ ہوا جو اسلام کے روشن مستقبل کی نشاندہی کر رہا تھا اور جس نے رئیس مکہ یعنی ابوسفیان کے دل میں اسلام کے بارہ میں ایک ہیبت کی کیفیت پیدا کر دی۔ پہلے وہ مکالمہ درج کیا جاتا ہے جو ابوسفیان اور شاہ ہرقل کے درمیان ہوا۔

قیصر: اس مدعی رسالت کا تمہاری قوم میں کیا حسب ونسب ہے؟

ابوسفیان: وہ ہم میں اچھے حسب ونسب کے مالک ہیں۔

قیصر: کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے اس قسم کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا اس دعویٰ سے پہلے تم نے اس مدعی کے خلاف کبھی جھوٹ کا الزام لگتے سنا؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا اس کے باپ دادوں میں سے کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: اس مدعی نبوت کو کیا بڑے بڑے لوگ مان رہے ہیں یا کمزور اور غریب لوگ؟

ابوسفیان: کمزور اور غریب لوگ۔

قیصر: کیا اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

قیصر: کیا اس کے ماننے والوں میں سے کبھی کوئی اس کے دین سے مرتد ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا اس شخص نے کبھی اپنے عہد کو توڑا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ لیکن آج کل ہمارا اور اس کا ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اس کے متعلق ہم ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آگے چل کر کیا ہوگا۔

قیصر: کیا اس کے ساتھ تمہاری کوئی جنگ ہوئی ہے اور ہوئی ہے تو اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟

ابوسفیان: ہاں ہوئی ہے جو اوپر چڑھنے اور نیچے گرنے والے ڈول کی طرح رہی ہے یعنی کبھی اس کا غلبہ ہو جاتا رہا ہے اور کبھی ہمارا۔

قیصر: یہ مدعی تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: یہ کہ خدا کو ایک سمجھو اور شرک نہ کرو۔ نماز پڑھو۔ صدقہ دو۔ اپنے عہدوں

کو پورا کرو اور امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے اپنے ترجمان کے ذریعے جو کچھ ابوسفیان سے کہا وہ جہاں ایک طرف اس کی انتہائی زیرکی اور حسن تدبر پر دلالت کرنے والا ایک بیان ہے، وہاں ایک بہت بڑا اخراج تحسین بھی ہے جو اُس وقت کے سب سے بڑے اور طاقتور شہنشاہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو دیا گیا۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ جو میں نے تم سے اس مدعی رسالت کے حسب ونسب کے بارے میں پوچھا ہے اور تم نے کہا ہے کہ وہ شریف حسب ونسب کا مالک ہے تو خدا کے رسول ہمیشہ شریف خاندان سے ہی ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے یہ جو پوچھا کہ کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے اس قسم کا دعویٰ کیا ہے جس کا جواب تم نے یہ دیا کہ نہیں، تو یہ اس لئے پوچھا تھا کہ اگر کسی اور نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ شاید اس نے اس کی نقل کی ہے۔ پھر میں نے یہ جو پوچھا تھا کہ کیا تم نے اس کے دعویٰ سے پہلے کبھی کسی بات میں اس کا کوئی جھوٹ دیکھا؟ اور تم نے کہا، نہیں۔ تو اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص انسانوں کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر میں نے یہ جو پوچھا تھا کہ اس کے باپ دادوں میں سے کبھی کوئی بادشاہ گزرا ہے اور تم نے کہا نہیں تو یہ میں نے اس لئے کہا تھا اگر اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی بادشاہت واپس حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا اسے بڑے بڑے لوگ مان رہے ہیں یا کمزور اور غریب لوگ اور تم نے جواب دیا کہ کمزور اور غریب لوگ، تو خدا کے رسولوں کو شروع شروع میں کمزور اور غریب لوگ ہی مانا کرتے ہیں۔ پھر میں نے یہ جو پوچھا تھا کہ اس کو ماننے والے تعداد میں زیادہ ہو رہے ہیں یا کم اور تم نے جواب دیا کہ زیادہ ہو رہے ہیں تو سچے دین کا یہی حال ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ اپنے کمال کو نہیں پہنچتا وہ برابر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس پر ایمان لانے کے بعد کیا کبھی کوئی اس کے دین کو ناپسند کرنے کی وجہ سے مرتد بھی ہوا ہے اور تم نے کہا، نہیں، تو سچے ایمان کی یہی علامت ہوتی ہے کہ جب وہ ایک بار دل میں داخل ہو جائے تو پھر دل سے نکلتا نہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا کبھی اس شخص نے بدعہدی بھی کی ہے اور تم نے کہا، نہیں، تو خدا کے رسولوں کا یہی مقام ہوتا ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تمہارے اور اس کے درمیان کبھی جنگ ہوئی اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے اور تم نے اس کا جواب دیا کہ ہاں ہوئی ہے اور یہ کہ جنگ میں کبھی ان کا پلڑا بھاری ہوتا رہا اور کبھی ہمارا تو خدا کے رسولوں کا یہی حال ہوا کرتا ہے کہ ان کی جماعتوں پر کبھی کبھی تکلیفوں کے دَور آتے رہتے ہیں مگر انجام کار فتح انہیں کی ہوتی ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے اور تم نے کہا تھا کہ وہ کہتا ہے، ایک خدا کو مانو، شرک نہ کرو، نماز پڑھو، صدقہ دو، اپنے عہدوں کو پورا کرو اور امانتوں میں خیانت نہ کرو تو ایک نبی کے یہی اوصاف ہوا کرتے ہیں۔

پھر قیصر نے کہا میں جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ لیکن اے عرب کے لوگو! میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اور اگر وہ باتیں جو اس وقت تم نے مجھ سے بیان کی ہیں درست ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت دُور نہیں جب وہ زمین جو اس وقت میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے، وہ اس پر ضرور قابض ہو کر رہے گا۔ اور آخر پر کہا کہ اگر مجھے توفیق ملے تو میں اس سے ملاقات کے لئے پہنچوں اور اس کے قدموں کو دھو کر راحت پاؤں۔

خود ابوسفیان کا بیان ہے کہ جب وہ قیصر کے دربار سے باہر آیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) کا ستارہ تو بہت بلند ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ روما کی حکومت جیسا بادشاہ اس سے خوف کھا رہا ہے۔ ابوسفیان ہی کے بیان کے مطابق وہ اس کے بعد اسلام کی صداقت اور اس کے تابناک مستقبل کے تصور سے مرعوب رہنے لگ گیا اور پھر یہی کیفیت دو سال بعد اس کے قبولِ اسلام پر منتج ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کا وہ خط جس نے ہرقل جیسے زیرک اور طاقتور شہنشاہ کی ہستی کو بنیادوں سے ہلا دیا تھا، اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

''مَیں اللہ کے نام سے اس خط کو شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ خط محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے روما کے رئیس ہرقل کے نام ہے۔ میں تمہیں اسلام کی ہدایت کی طرف بلاتا ہوں۔ مسلمان ہو کر خدا کی سلامتی کو قبول کر۔ اگر تو قبول کر لے تو اللہ تجھے دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تو نے روگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آ جاؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے یعنی ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی صورت میں خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر اپنے میں سے کسی کو اپنا حاجت روا نہ گردانیں۔ پھر اگر ان لوگوں نے روگردانی کی تو ان سے کہہ دو کہ ہم تو بہر حال خدائے واحد کے دامن سے وابستہ اور اس کے فرمانبردار بندے ہیں۔''

روایات بتاتی ہیں کہ ہرقل اس خط کے دربارِ عام میں پڑھے جانے سے بیشتر اس کے مضمون سے مطلع ہو چکا تھا اور وہ اپنی زیرکی اور خداداد فہم و فراست کی بدولت اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ اس کا اور اس کے ملک کا مستقبل اس مدعی نبوت یعنی حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین سے وابستہ ہو جانے میں مقدر ہے۔ چنانچہ ابوسفیان کی روایت ہے کہ جب اس نے اس کے ساتھ اپنی گفتگو ختم کی تو دربار میں ہر طرف رؤساء اور عمائدین کی آوازیں بلند ہونی شروع ہو گئیں اور ان کا اپنا کلام اونچا اور خلط ملط ہونے لگا جس سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا کہ درباری اس کی اس گفتگو کو سن کر غیظ و غضب سے بھر گئے۔ یہ بھی روایت آتی ہے کہ ہرقل نے ایلیا (بیت المقدس) سے واپس حمص پہنچنے کے بعد اپنی مملکت کے بڑے بڑے اہل الرائے لوگوں کو بلایا اور انہیں شاہی محل میں جمع کر کے اور تمام دروازے مقفل کر کے آنحضرت ﷺ کے خط کا حوالہ دے کر ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ''اے میری مملکت کے سردارو! اگر تمہیں اپنی فلاح اور بہبودی منظور ہے اور تم تباہی سے بچ کر ترقی کا راستہ دیکھنا چاہتے ہو اور ملک کو ہلاکت سے بچانے کے خواہاں ہو تو میرا مشورہ یہ ہے کہ اس نبی کو قبول کر لو جو عرب کی سرزمین میں مبعوث ہوا ہے۔''

قیصر کی یہ بات سن کر اس کے درباری اس طرح بھڑے جیسے جنگل میں گورخر بھڑتا ہے اور قیصر کی مجلس سے بھاگ کر وہ دروازوں کی طرف لپکے اور باہر نکلنا چاہا لیکن قیصر کی دُور اندیشی نے پہلے سے دروازے بند کروا رکھے تھے۔ اس نے فوراً ان متکبر رئیسوں اور پادریوں کو واپس بلایا اور ان سے محبت کے انداز میں کہا کہ میں تو صرف تمہارے ایمان کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ شکر ہے کہ تم پختہ نکلے۔ جب قیصر نے یہ بات کہی تو درباری بظاہر خوشی سے بھر گئے اور اس خوشی کے جوش میں اس کے سامنے سجدے میں جا گرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصرِ روم اگرچہ اپنے

درباریوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں ناکام رہا اور اسی وجہ سے وہ خود بھی دولت اسلام کو حاصل کرنے سے محروم رہا، تاہم اس کے دل پر اسلام کی صداقت کا گہرا نقش بیٹھ چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس خط کو ایک بیش قیمت تبرک کے طور پر محفوظ کر لیا اور پھر وہ کئی سو سال تک اس کے خاندان میں محفوظ رہا۔

آنحضرت ﷺ کا دوسرا تبلیغی خط

دوسرا تبلیغی خط جو آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھیجا گیا وہ کسریٰ، شہنشاہ فارس، کے نام تھا۔ کسریٰ کا ذاتی نام خسرو پرویز بن ہرمز تھا اور وہ ایران کے مشہور ساسانی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ کسریٰ کی حکومت اپنی شان وشوکت اور دبدبے کے لحاظ سے اس وقت دنیا کی دوسری بڑی مملکت شمار ہوتی تھی اور اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی کہ عرب علاقہ کے دو بڑے حصے بحرین اور یمن اس کی عملداری میں شمار ہوتے تھے اور ان علاقوں کے والی کسریٰ کے گورنر کی حیثیت رکھتے تھے۔ کسریٰ مذہباً آتش پرست تھا۔ یہی اس کی رعایا کا مذہب تھا۔

کسریٰ کی طرف بھیجا جانے والا خط آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابی عبداللہ بن حذافہ کے ہاتھ بھجوایا اور قیصر کے نام بھجوائے جانے والے خط کی طرح اس کے لیے یہ ہدایت فرمائی کہ اسے پہلے بحرین کے رئیس کے پاس لے جایا جائے اور پھر اس کے توسط سے کسریٰ کو پہنچایا جائے۔ اس خط کا مضمون بھی قریباً وہی تھا جو قیصر والے خط کا تھا، البتہ اس میں یا اھل الکتاب تعالوا .... الی الآخر کے الفاظ نہیں تھے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ خط لے کر کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے اسے پڑھ کر ریزہ ریزہ کر دیا اور پھر غصے سے بولا کہ 'میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح مخاطب کرتا ہے۔' (طبری و زرقانی)

آنحضرت ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ کس طرح کسریٰ نے آپ ﷺ کا خط ریزہ ریزہ کر کے پھینک دیا تو آپ ﷺ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ: ''خدا خود ان لوگوں کو پارہ پارہ کرے۔'' (بخاری، کتاب العلم)

یہ وہی کسریٰ تھا جس نے بعد میں اپنے یمن کے گورنر کو ہدایت بھجوائی کہ حجاز میں جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے اسے گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے اور جس کا انجام یہ ہوا کہ اس کے معاً بعد وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

آنحضرت ﷺ کا تیسرا تبلیغی خط

آپ ﷺ کا تیسرا تبلیغی خط مقوقس شاہ مصر کے نام بھجوایا گیا۔ چونکہ مقوقس بھی مذہباً عیسائی تھا، اس لئے اس کے نام بھیجے جانے والے خط کا مضمون قیصر والے خط کے مضمون سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ آپ ﷺ کا یہ خط لے کر اسکندریہ پہنچا تو مقوقس نے اسے پڑھ کر حضرت حاطب سے کئی سوالات کیے جن کے جواب سننے کے بعد اس نے اس خط پر اپنی مہر لگائی اور پھر اسے ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ کر شاہی خاندان کی ایک معتبر خاتون کے حوالے کر دیا (تاریخ الخمیس)

اور پھر اس کے جواب میں عربی میں ایک خط لکھوا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھجوایا۔ نیز اس کی آنحضرت ﷺ کے لئے قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں قبطی خاندان کی دو معزز لڑکیاں، کچھ پارچات نیز ایک سفید خچر تحفہ کے طور پر بھجوائیں۔

اس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ شاہ مصر مقوقس نے آنحضرت ﷺ کے دعویٰ میں خاصی دلچسپی لی اور تحفے بھجوا کر آپ ﷺ سے اپنی عقیدت اور قدر دانی کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ پر ایمان لانے کی اسے توفیق نہ ملی۔

جو دو لڑکیاں شاہِ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تحفۃً بھجوائی تھیں، ان میں سے ایک کا نام ماریہ تھا اور دوسری کا نام سیرین تھا اور یہ دونوں آپس میں سگی بہنیں تھیں۔ روایات میں آتا ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں سفر کے دوران ہی حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئی تھیں۔ ان کے مدینہ پہنچنے پر ماریہ قبطیہ کو تو آنحضرت ﷺ نے اپنے عقد میں لے لیا اور سیرین قبطیہ عرب کے مشہور شاعر اور آنحضرت ﷺ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ سے بیاہی گئیں۔ حضرت ماریہ آنحضرت ﷺ کی وہ زوجہ مطہرہ ہیں جن کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کی واحد اولاد، حضرت ابراہیم، پیدا ہوئے جن کی وفات پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لَو عَاشَ لَکَانَ صِدِّیقًا نبیًا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو یقیناً صدیق نبی ہوتا۔

شاہِ مقوقس والے خط کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ وہ کئی سو سال پردہ اخفا میں رہنے کے بعد اپنی اصلی صورت میں دریافت ہو چکا ہے اور اس وقت قسطنطنیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ خط 1858ء میں ایک فرانسیسی سیاح کو مصر کی ایک خانقاہ میں ملا تھا۔ اس کا فوٹو یعنی عکس 1903ء میں مصر کے مشہور جریدہ ''الہلال'' کے ماہ نومبر کے شمارے میں شائع ہوا۔

آنحضرت ﷺ کا چوتھا تبلیغی خط

آنحضرت ﷺ کا چوتھا تبلیغی خط نجاشی شاہ حبشہ کے نام بھجوایا گیا۔ یہ وہی نجاشی تھا جس نے مکہ سے جانے والے مہاجر اصحاب وصحابیات کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی اور اس سلسلے میں اہلِ مکہ کے کسی سفارتی وفد کی پروا نہ کی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کا خط نجاشی کو، جس کا اصل نام اصحمہ تھا، پہنچا تو ان صحابہ کا ایک بہت بڑا حصہ اس وقت ابھی حبشہ میں موجود تھا۔ اصحمہ جو اسی وقت سے کہ جب یہ مسلمان مہاجرین اس کے ملک میں پناہ لینے آئے تھے، آنحضرت ﷺ کے بارہ میں حسنِ ظن اور احترام کے جذبات رکھتا تھا، آپ ﷺ کا خط پڑھ کر آداب بجالایا، اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور ادب کے طریق پر اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور پھر کہنے لگا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں''۔ پھر اس نے ایک ہاتھی دانت کی ڈبیہ منگوائی اور اس خط کو اس کے اندر رکھ کر بولا: ''میں یقین رکھتا ہوں کہ جب تک یہ خط ہمارے گھرانے میں موجود رہے گا اہلِ حبشہ اس سے خیر اور برکت پاتے رہیں گے۔

حبشہ کے بادشاہ کا آنحضرت ﷺ کی رسالت کا یوں اقرار کرنا گویا اس کے اسلام قبول کر لینے کے مترادف تھا اور اس طرح پر یہ ایک بہت بڑی فتح تھی جو حبشہ کے ملک میں اسلام کے حق میں ظاہر ہوئی۔ اصحمہ نے سن 9 ہجری میں وفات پائی۔ روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اطلاع ملنے پر اس کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی جو اس بات کا حتمی ثبوت ہے کہ اصحمہ مسلمان ہو چکا تھا۔ جو نجاشی اس کے بعد حبشہ کے تخت پہ بیٹھا، اس کے متعلق آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے بھی تبلیغی خط لکھا تھا مگر اس نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اپنے مسیحی مذہب پر ہی فوت ہوا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اسلام حبشہ میں زیادہ نہ پھیل سکا۔

والیٔ حبشہ کے نام تبلیغی خط میں ایک اور واقعہ قابلِ ذکر ہے جو اسلام کے حق میں ایک اور فتح کا نشان بن کر ابھرا۔ وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا قاصد، حضرت عمرو بن امیہ، نجاشی سے ملنے اور خط پیش کرنے کے بعد باہر نکلے تو ان کی ملاقات مکہ کے رئیس عمرو بن العاص سے ہوئی۔ یہ وہی عمرو بن العاص ہیں جو اس سے قبل قریش کی طرف سے مسلمان مہاجرین کو واپس لانے کی غرض سے حبشہ بھجوائے گئے تھے۔ اس وقت بھی یعنی آنحضرت ﷺ کا تبلیغی خط حبشہ پہنچنے کے وقت وہ اتفاق سے حبشہ میں موجود تھے۔ جب انہیں حضرت عمرو بن امیہ سے ان کی دربارِ شاہی میں آمد اور ان کو حاصل ہونے والی غیر معمولی کامیابی کا علم ہوا تو وہ گہری سوچ میں پڑ گئے اور آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب قریش کی کھوئی ہوئی عظمت انہیں اسلام سے وابستہ ہونے سے ہی مل سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار خالد بن ولید سے کیا جس پر وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ پھر دونوں نے موقع پا کر مدینہ کا رخ کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر باقاعدہ اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی اور پھر دونوں ہمیشہ کے لئے مدینہ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اس طرح گویا قریش اپنے دو نامی سرداروں سے محروم ہو گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو دو ایسے قابل جرنیل میسر آ گئے جنہوں نے آئندہ کی اسلامی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا۔

آنحضرت ﷺ کا پانچواں تبلیغی خط

آنحضرت ﷺ کا پانچواں تبلیغی خط ریاستِ غسان کے والی حارث بن ابی شمر کو لکھا گیا۔ یہ وہی حارث ہے جس کا ذکر قیصر والے خط کے ضمن میں آ چکا ہے۔ غسان کی ریاست عرب کے جانبِ شمال واقع تھی اور اس کا والی، قیصرِ روم کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے خط میں حارث کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور ساتھ لکھا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو تمہاری حکومت کو لمبی زندگی عطا ہو گی۔ حارث اس وقت قیصر کی فتح کے جشن میں مصروف تھا۔ جب قاصدِ رسول ﷺ، حضرت شجاع بن وہب نے اس کے سامنے آنحضرت ﷺ کا خط پیش کیا تو اس نے پڑھتے ہی غصہ سے زمین پر پھینک دیا اور کہا، مجھ سے میرا ملک چھیننے کی کون طاقت رکھتا ہے، بلکہ کہا کہ میں داعی رسالت کے خلاف لشکر کشی کروں گا۔ ساتھ ہی اس نے قیصرِ روم کو بھی اپنے اس ارادے کی اطلاع دے دی۔ قیصر نے جواب میں اسے کہہ بھیجا کہ فوج کشی کا ارادہ چھوڑو اور مجھے آ کر دربار میں شرکت کے لئے ایلیا یعنی بیت المقدس میں ملو۔ (زرقانی)

خود قیصر کے نام لکھے جانے والے آنحضرت ﷺ کے خط کو جس عظمت سے دیکھا گیا اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا چھٹا تبلیغی خط

چھٹا تبلیغی خط یمامہ کے رئیس ہوذہ بن علی کے نام بھجوایا گیا۔ اس خط کو لے جانے والے حضرت سلیط بن عمرو قرشی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خط میں بھی رئیسِ یمامہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ہوذہ بظاہر آنحضرت ﷺ کے قاصد، حضرت سلیط، سے بڑی عزت سے پیش آیا۔ ان کی اس نے بڑی آؤ بھگت کی مگر وہ ایک متکبر اور دنیا دار انسان تھا۔ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ کو کہلا بھیجا کہ چونکہ میرا عربوں کے اندر بڑا مقام ہے، میں اس شرط پر مسلمان ہوتا ہوں اگر آپ وصیت کر دیں کہ آپ کے بعد آپ کی حکومت کا کچھ حصہ مجھے بھی ملے گا۔

آنحضرت ﷺ نے جب ہوذہ کا یہ جواب سنا تو بڑے جلال سے فرمایا کہ: "اگر ہوذہ مجھ سے کھجور کا ایک کچا دانہ بھی مانگے تو میں اسے نہیں دوں گا۔" اس کے بعد ہوذہ تو فتح مکہ کے بعد کفر کی حالت میں ہی مر گیا۔ اس کی موت کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "عنقریب یمامہ میں ایک جھوٹا نبی پیدا ہو گا، جو میری وفات کے بعد قتل کیا جائے گا۔" آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی مسیلمہ کذّاب کے جھوٹے دعویٔ نبوت کرنے پر اور پھر آپ کی وفات کے جلد بعد حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں اس کے ہلاک ہو جانے پر پوری ہو گئی۔ (زرقانی، جلد3)

آنحضرت ﷺ کے سربراہانِ مملکت کے نام خطوط کے ضمن میں ایک اہم اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہر خط میں اَسْلِمْ تَسْلَمْ کے الفاظ لکھ کر وقت کی حکومتوں کو اس طرف متنبہ فرمایا کہ اب انکی سلامتی اور بقا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں، ورنہ خدا کی تقدیر انہیں ختم کر کے رکھ دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی عملاً ظہور میں آیا۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئیں۔ مصر کی مملکت بھی تباہ و برباد ہو گئی اور اس کی جگہ مسلمان حکومت قائم ہو گئی۔ غسانی ریاست ٹکڑے ہو کر اسلامی مملکت کا حصہ بن گئی اور یمامہ کی حکومت اپنے جھوٹے مدعی نبوت، مسیلمہ کذاب، کی باغیانہ سرگرمیوں کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ صرف حبشہ کی حکومت پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم رہی جس کے سربراہ نجاشی نے آنحضرت ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنی حکومت کو خدائی عذاب کی گرفت سے بچا لیا تھا۔ اس چھوٹی سی سلطنت نے تیرہ صدیوں تک اپنی آزادی اور ثقافت کو سنبھالے رکھا اور اگرچہ نجاشی کا بیٹا مسلمان نہ ہوا تا ہم اپنے باپ کی نیکی کے عوض بچا لیا گیا اور ایک لمبے عرصے تک تاجِ ملوکیت اسی خاندان کے سر قائم رہا۔

قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے بارے میں یہ امر بیان کرنا ضروری ہے کہ جہاں کسریٰ کی حکومت حضرت عمر کے دورِ خلافت میں ہی مکمل طور پر سرنگوں ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی تھی، وہاں قیصر کی حکومت کو کافی لمبی مہلت ملی اور اس کا خاندان سینکڑوں سال تک حکومت کرتا رہا۔ یہ حکومت یقیناً اس نیک اور مؤدبانہ سلوک کی وجہ سے قائم رہی جو قیصرِ روم نے آنحضرت ﷺ کے خط کے ساتھ روا رکھا تھا۔ اس بارے میں خود آنحضرت ﷺ سے روایت آتی ہے کہ جب ایک بار قیصر کا سفیر آپ ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "میں نے کسریٰ کو خط لکھا مگر اس نے اسے پھاڑ دیا۔ اس کی وجہ سے میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ مگر اس کے مقابل پر میں نے تمہارے آقا قیصر کو بھی خط لکھا اور اس نے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا اور اس کے ساتھ ادب کا رویہ اختیار کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب تک ان میں نیکی ہے خدا اس کے خاندان کو کچھ نہ کچھ ضرور اجر دے گا۔" (زرقانی)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مسلمان ہونے کا قصہ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آنحضرتؐ کے شروع زمانہ میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن خواب دیکھا کہ میں اندھیرے میں ہوں اور کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اتنے میں میرے سامنے چاند روشن ہو گیا اور میرے آگے آگے چلنے لگا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور دیکھا کہ کچھ اور لوگ بھی اسی چاند کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ میں ان لوگوں تک پہنچا تو میں نے پہچانا کہ یہ ابوبکرؓ، علیؓ اور زید بن حارثہ (آنحضرتؐ کے غلام) ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ اس جگہ کب پہنچے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی۔ اس خواب کے چند روز کے بعد مجھے آنحضرتؐ کا حال معلوم ہوا کہ آپؐ نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور آپ پوشیدہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ میں یہ سن کر آپؐ سے ملنے گیا۔ آپؐ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے مجھے اسلام سکھایا اور میں مسلمان ہو گیا اور اس طرح میرا خواب پورا ہوا۔ اس وقت صرف یہی تین مرد جو میں نے خواب میں دیکھے تھے۔ مسلمان تھے اور خواب میں چاند سے مراد خود آنحضرت ﷺ تھے۔

جب سعد مسلمان ہو گئے تو ان کی ماں کو بہت برا معلوم ہوا۔ سعدؓ اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ ان کی ماں نے کہا کہ تو اپنا دین چھوڑ دے۔ ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی اور مر جاؤں گی اور لوگ تمہیں بہت لعن طعن کریں گے۔ سعدؓ نے جواب دیا اے اماں تم ایسا نہ کرنا کیونکہ میں تو اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ ان کی ماں نے ناراض ہو کر ایک دن اور ایک رات کھانا نہیں کھایا اور روتی رہیں۔ سعدؓ نے ان سے کہہ دیا کہ اماں اگر تمہاری ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے بھوک پیاس سے نکل جائیں تب بھی میں اس سچے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب ان کی ماں نے دیکھا کہ یہ ایسا پکا ہے اور میرا ڈراوا بیکار ہے تو وہ کھانے پینے لگیں اور ستیہ گرہ ترک کر دیا۔

حضرت ابوذرؓ کا اسلام لانا

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار کا ایک شخص ہوں جب ہمیں اپنے علاقہ میں یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو میں نے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا۔ چنانچہ وہ گئے اور آنحضرت ﷺ سے ملے اور پھر گھر میں واپس آئے۔ جب میں نے ان سے حال پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا ہے۔ وہ ہر نیکی کا حکم کرتے ہیں اور ہر بری بات سے منع کرتے ہیں۔ ابوذر کہتے ہیں کہ ان کی اتنی مختصر بات سے میری تسلی نہ ہوئی اور میں نے خود اپنا سامان تیار کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں میں بہت حیران ہوا کہ میں کس طرح آنحضرت ﷺ سے ملوں۔ کیونکہ میں ان کو پہچانتا نہ تھا اور یہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ لوگوں سے آپؐ کی بابت دریافت کروں۔ میں کعبہ میں اتر پڑا۔ بھوک پیاس لگتی تو زمزم کا پانی پی لیا کرتا۔ ایک دن حضرت علیؓ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ تم یہاں مسافر معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا ہمارے گھر چلو۔ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ نہ وہ مجھ سے بولے نہ میں کچھ بولا۔ وہیں ان کے پاس کھانا کھایا اور سو رہا۔ صبح ہوئی تو میں پھر کعبہ میں گیا اور ارادہ کیا کہ آج آنحضرتؐ کی بابت کسی سے پوچھوں گا۔ مگر کوئی شخص مجھے ایسا نہ ملا۔ جس سے یہ سوال کرتا رات ہوگئی اور میں کعبہ میں ہی پڑ رہا۔ اتفاقاً پھر حضرت علی میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے کہ تمہیں آج بھی کوئی جگہ ٹھہرنے کو نہیں ملی؟ میں نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا چلو میرے ساتھ۔ راستہ میں انہوں نے پوچھا کہ تم باہر کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا یہاں کیا کام ہے جو آئے ہو؟ میں نے کہا کہ اگر آپ میرا راز فاش نہ کریں تو بیان کرتا ہوں۔ حضرت علی نے کہا ہاں میں کسی سے نہیں کہوں گا، تم بیشک بیان کرو۔ میں نے کہا کہ ہمیں اپنے علاقہ میں یہ خبر ملی تھی کہ یہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس پر میں نے اپنے بھائی کو یہاں بھیجا۔ مگر جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب میں خود اس شخص سے ملنے آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا: اچھے ملے! میں بھی وہاں جا رہا ہوں جن سے تم ملنا چاہتے ہو تم میرے ساتھ چلو اور جہاں میں جاؤں تم بھی داخل ہو جانا اور اگر کوئی فسادی آدمی جس سے تم کو کسی خطرہ کا اندیشہ ہو گا مجھے نظر آئے گا تو میں دیوار کے پاس ٹھہر جاؤں گا اور اپنی جوتی درست کرنے لگوں گا تم یہ اشارہ سمجھ لینا اور مجھ سے الگ ہو کر سیدھے چلے جانا۔ میں نے کہا اچھا۔ اس کے بعد حضرت علی مجھے آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے۔ میں آپؐ سے ملا اور سوال کیا کہ مجھے اسلام کے احکام سنائیے۔ آنحضرت ﷺ نے سنائے اور مَیں اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک لونڈی پر رحم

ایک دفعہ ایک صحابی کی بکری ان کی ایک لونڈی سے گم ہوگئی وہ ان کی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ پوچھا تو اس نے کہا۔ بھیڑیا لے گیا۔ وہ صحابی ناراض ہوئے اور اس لونڈی کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ پھر خود ہی خدا کے خوف سے دوڑے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب حال سنایا اور عرض کیا کہ اگر وہ لونڈی مسلمان ہوتی تو میں اسے آزاد کر دیتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اس لونڈی کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا تو مجھے جانتی ہے کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر پوچھا اللہ کو بھی جانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں اللہ آسمان میں ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان صحابی کو کہا کہ اسے آزاد کر دو۔ کون کہتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہے (یعنی جب یہ خدا اور اس کے رسول دونوں کو پہچانتی ہے تو مسلمان ہے)۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہے مگر وہ بیچاری سیدھی سادی عورت تھی اور عام لوگوں میں بھی یہی مشہور ہے کہ اللہ آسمان میں ہے اس لئے اس نے بھی اپنی عقل کے مطابق یہی کہا۔

محترم ڈاکٹر شریف احمد صاحب (ڈینٹسٹ)

(ڈاکٹر نصیر احمد۔لندن)

ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دادا محترم حاجی ماسٹر غلام محمد صاحب کے ذریعہ آئی۔انہیں کسی نے تبلیغ نہیں کی تھی، بلکہ انہوں نے کسی سے سنا کہ قادیان میں امام مہدی آگیا ہے توکسی طریق سے پتہ معلوم کرکے انہوں نے بذریعہ ڈاک کتب منگوائیں اوران کا مطالعہ کرتے رہے۔جب پوری تسلی ہوگئی تو 1925ء میں قادیان جاکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔لیکن گھر میں شدید مخالفت ہوئی حتیٰ کہ والدین نے انہیں گھر سے نکال دیا۔کچھ عرصہ بعد انہیں خیال آیا کہ واپس جاکر اپنے والدین کو منانے کی کوشش کرنی چاہئے۔چنانچہ آپ واپس آگئے، پہلے تو گھر والوں نے کافی سختی دکھائی لیکن آخر یہ انہیں راضی کرنے میں کامیاب ہوگئے۔پھر آہستہ آہستہ گھر میں تبلیغ کرنی شروع کردی لیکن باقی فیملی تو احمدی نہ ہوئی تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ کو قبولِ احمدیت کی توفیق دی۔دونوں میاں بیوی اپنے اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے لیکن دونوں ہی ثابت قدمی سے ہرقسم کی مخالفت کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے ایمان واخلاص میں ترقی کرتے چلے گئے۔جلد ہی دونوں نظام وصیت میں بھی شامل ہوگئے اور بعدازاں بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔دونوں بہت نیک، دعاگو، نمازتہجد باقاعدہ،خیرات کرنے والے،ملنساراور بہت غریب پرور تھے۔

میرے والدمحترم ڈاکٹر شریف احمد صاحب ضلع شیخوپورہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں 1927ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں جن میں سے صرف مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ حیات ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم لاہور سے مکمل کی۔ اپنی عملی زندگی کا آغاز 'منڈی مریدکے' میں ایک ڈینٹسٹ کی حیثیت سے کیا لیکن جلد ہی احمدیوں کے خلاف 1953ء میں فسادات اورشدید مخالفت کے نتیجے میں آپ کو ہجرت کرنی پڑی۔آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ مرکز سلسلہ کے قریب رہ کر خلیفہ وقت کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس لئے ربوہ کے قریب چنیوٹ میں آباد ہوگئے۔اُس زمانہ میں پورے چنیوٹ بلکہ قریبی علاقوں میں بھی کوئی اَور ڈینٹسٹ نہیں تھا چنانچہ محنت، ایمانداری اوراپنے کام میں مہارت کی وجہ سے جلد ہی آپ کی شہرت قرب وجوار میں پھیل گئی اوردُوردُور سے مریض آپ کے پاس آنے لگے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے چنیوٹ آنے کے بعد جلد نظام وصیت میں شمولیت اختیار کرلی۔آپ کا طریق تھا کہ روزانہ کی آمدنی کا دسواں حصہ علیحدہ رکھ دیتے۔اس رقم کو اپنی ذاتی زندگی پرخرچ کرنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ہر ماہ کی یکم کو سیکرٹری مال صاحب آکر وہ رقم لے جاتے۔اگرکسی وجہ سے وہ نہ آسکتے تو ڈاکٹر صاحب خود جاکر چندہ ادا کیا کرتے اوراکثر اظہار بھی کرتے کہ خود جاکر چندہ ادا کرنے سے زیادہ خوشی ملتی ہے اورثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔

آپ بہت بہادر، نڈر، نہایت کھرے اور سچے انسان تھے۔احمدیت کے عاشق اور ہرقربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہنے والے مجاہد تھے۔1974ء میں احمدیوں کے خلاف فسادات کا آغاز ہوا تو 29 مئی کو حسب معمول آپ نے نماز تہجد ادا کی۔پھر نماز فجر کی ادائیگی کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کی اور صبح کی سیر کرکے جب آپ گھر واپس آرہے تھے تو اخبارفروش کو آوازیں لگاتے سنا کہ ربوہ میں مرزائیوں نے مسلمان لڑکوں کی زبانیں کاٹ دی ہیں، وغیرہ۔آپ گھر آکر معمول کے مطابق کلینک پر چلے گئے۔ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ چھ سات ہزار کے مجمع نے آپ کے کلینک پرحملہ کردیا (کلینک کے پیچھے آپ کا گھر تھا جس کا داخلی دروازہ کلینک کے اندر سے ہی جاتا تھا)۔جلوس کو دیکھ کر آپ کلینک بند کرکے گھر میں آگئے۔ابھی پریشانی میں کچھ سمجھ نہ پائے تھے کہ مجمع میں شامل فسادیوں نے کلینک کے دروازوں پرتیل چھڑک کر آگ لگادی اورعقب سے دیوار پھاند کر گھر کے اندر داخل ہوگئے۔جب آپ نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو آپ نے اپنے دفاع میں فائر کئے جس کے نتیجہ میں ایک شخص موقع پر ہی ہلاک ہوگیا اور چند زخمی ہوئے۔فسادیوں کی حفاظت کے لئے موقع پر موجود پولیس والوں کے اطلاع دینے پر D.S.P مزید نفری لے کر وہاں پہنچا اورمحترم ڈاکٹر صاحب کے علاوہ آپ کے بزرگ والدمحترم حاجی غلام محمد صاحب اورایک بیٹے مکرم شبیراحمد صاحب کے خلاف قتل کا کیس بنا کرتینوں کو جیل بھجوادیا جبکہ باقی افرادِ خانہ کو گرفتار کرکے لے گئے اورشام کو ربوہ کے بس اڈہ پر چھوڑ آئے۔

مذکورہ کیس میں آپ کے والدمحترم اور بیٹے کو اڑھائی ماہ تک جبکہ محترم ڈاکٹر صاحب کو قریباً اڑھائی سال تک اسیران راہ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔بعد میں دس سال تک یہ کیس چلتا رہا اورپھر لاہور ہائی کورٹ سے آپ کو 1984ء میں باعزت بری کردیا گیا۔چنانچہ محترم ڈاکٹر صاحب کی پہلی ہجرت بھی احمدیت کی خاطر تھی اوراب دوبارہ بھی احمدیت کی خاطر ہی ہجرت کرکے ربوہ منتقل ہوگئے۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔خلافت احمدیہ سے عشق کی حد تک پیار تھا۔خلیفہ وقت کے منہ سے نکلی ہوئی ہرنصیحت پر نہ صرف خود عمل کرتے بلکہ اپنے بچوں سے بھی عمل کروانے کی کوشش کرتے۔ہمیشہ سچ کہتے اوراپنی اولاد کو بھی سچ بولنے کی تاکید کرتے۔27 سال کی عمر میں نمازتہجد ادا کرنی شروع کی تھی اورتادمِ وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔نماز باجماعت کا ایسا جوش تھا کہ ایک مرتبہ مقامی مرکزِ نماز میں گئے تو وہاں جماعت ہوچکی تھی۔آپ جلدی سے محلّہ کی مسجد میں گئے لیکن اتفاق سے وہاں بھی نماز ہوچکی تھی۔پھر واپس گھر آئے اورموٹرسائیکل پرمسجد مبارک چلے گئے جہاں نماز کا وقت پندرہ منٹ بعد کا تھا۔چنانچہ وہاں نماز باجماعت ادا کی۔

آپ مالی قربانی بہت باقاعدگی اورفراخ دلی سے کیا کرتے تھے۔تمام مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔آپ کا تحریک جدید کا امسال کا وعدہ پانچ ہزار پاؤنڈ جبکہ وقف جدید کا وعدہ اڑھائی ہزار پاؤنڈ تھا۔اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ یہی نصیحت کرتے کہ چندہ باقاعدگی سے اور ہمیشہ بڑھ چڑھ کرادا کیا کرو۔جتنا زیادہ چندہ دوگے اللہ تعالیٰ اتنے ہی زیادہ فضل فرمائے گا۔اس نصیحت کا عملی نمونہ آپ نے بارہا پیش کیا۔چنانچہ ایک بار آپ کے بھائی مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ

نے باتوں باتوں میں آپ سے کھانا میں جامعہ احمدیہ اور مسجد کا نقشہ تیار کرنے کا ذکر کیا جس پر قریباً تیس ہزار پاؤنڈز لاگت آئے گی تو دونوں بھائیوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے یہ اخراجات باہم مل کر ادا کرنے کی توفیق پائی۔ ایک اور موقع پر محترم ڈاکٹر صاحب نے کئی لاکھ روپے کی لاگت سے مسجد اقصیٰ قادیان میں قالین ڈلوانے کی سعادت بھی حاصل کی۔

دارالعلوم جنوبی ربوہ میں محترم ڈاکٹر صاحب نے شریف کالونی کے نام سے ایک رہائشی کالونی بنائی تھی جس میں آپ نے پانچ مرلہ زمین پر مسجد تعمیر کروائی اور یہ زمین انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کروادی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسجد چھوٹی پڑگئی تو آپ نے مزید پانچ مرلہ ملحقہ زمین مسجد کے لئے دیتے ہوئے وہ بھی انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کروادی۔ جب آپ لندن آگئے تو وہاں کے صدر محلّہ نے آپ سے مسجد کی تعمیر میں مدد کے لئے بھی درخواست کی۔ اس پر آپ نے مسجد کی تعمیر کے لئے دس ہزار پاؤنڈز کی رقم بطور امانت لندن میں جماعت کے پاس جمع کروادی۔ (یاد رہے کہ آجکل ربوہ میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے)۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے تیسری ہجرت خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت کی وجہ سے کی اور 1992ء میں لندن آکر مسجد فضل کے قریب مقیم ہوگئے۔ پانچوں نمازیں خلیفۂ وقت کی اقتدا میں ادا کرکے نہایت بشاشت محسوس کرتے۔ اُس وقت آپ کی ساری اولاد جرمنی میں تھی۔ انہوں نے بہت زور لگایا کہ آپ اُن کے پاس جرمنی آجائیں لیکن آپ نے صاف انکار کردیا اور خلیفہ وقت کے قدموں میں ڈیرہ لگا کر آخری دَم تک یہاں ہی مقیم رہے۔

آپ بہت نیک دل، ملنسار، غریب پرور، بچوں سے شفقت سے پیش آنے والے، ہمدرد، دعاگو اور صاحب رؤیا بزرگ تھے۔ اپنی وفات سے دو ماہ قبل اگست میں جب آپ جرمنی گئے تو نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ایک روز آپ نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا جو آپ کو کہتے ہیں کہ اٹھو ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو گھر پر نہیں ہوں، چار پانچ دن ٹھہرو، مجھے گھر جا لینے دو پھر آجانا۔ یہ جواب سن کر فرشتے چلے گئے۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد آپ سوئے تو وہی فرشتے دوبارہ آئے لیکن تھوڑی دیر ٹھہر کر اور کوئی بات کئے بغیر واپس چلے گئے۔

جرمنی سے واپس آنے کے بعد ستمبر میں فجر کی نماز کے بعد ایک اَور خواب آئی جس میں دیکھا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے جس میں آہستہ آہستہ تیزی آتی گئی اور ہوا کا رنگ سفیدی مائل ہوتا گیا۔ پھر یہ سفیدی اتنی گہری ہوگئی کہ اس میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ پھر یہ سفیدی کم ہونا شروع ہوئی اور تھوڑی دیر میں مطلع بالکل صاف ہوگیا۔ آپ کے پوچھنے پر آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ صاف کرکے ساتھ لے گیا ہے۔ پھر آپ کی آنکھ کھل گئی۔

محترم ڈاکٹر صاحب 18؍اکتوبر 2019ء کو نماز جمعہ مسجد فضل میں ادا کرنے کے بعد گھر واپس آرہے تھے کہ سڑک کراس کرتے ہوئے ایک وین کے ساتھ حادثے کے نتیجے میں شدید زخمی ہوگئے۔ ہسپتال کے I.C.U میں ایک ہفتہ داخل رہے اور اسی حالت میں 24؍اکتوبر 2019ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا......اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 31؍اکتوبر 2019ء کو نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک (اسلام آباد۔ یوکے) کے باہر تشریف لاکر آپ کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد حضور انور نے ازراہ شفقت مرحوم کا چہرہ دیکھا اور دایاں ہاتھ آپ کے ماتھے پر رکھتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی کو مرحوم کے چہرہ سے مس فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس سے نوازے، آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور آپ کی اولاد در اولاد کو بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 6۔ اداریہ: ہر ایک آفت سے حفاظت کا نسخہ

بقیہ از صفحہ 6

جماعت کے سامنے باقی ہیں۔ ان آفات کو ٹالنے کے لئے میں مختلف دعائیں کرتا ہوں اور کچھ اثر پڑتا ہے اور پھر بھی وہ باقی رہتی ہیں۔ پھر میری توجہ اس طرف مبذول ہوتی ہے کہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ کی دعا کرنی چاہیے اور جب میں یہ دعا کرتا ہوں تو جس طرح تیزاب سے زنگ ڈھل جاتا ہے یا صبح صادق سے اندھیرے ڈھل جاتے ہیں اسی طرح وہ آفات بالکل زائل ہوجاتی ہیں اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔''

سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ایک سے زیادہ بار اس الہامی دعا کو پڑھنے کے حوالہ سے احباب جماعت کو یاد دہانی کروائی ہے۔ چنانچہ 3؍اکتوبر 2008ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''چند دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمن کا کوئی منصوبہ ہے، تو مَیں اس کو حملے سے پہلے ہی بھانپ لیتا ہوں اور اس وقت میں یہ دعا پڑھ رہا ہوں کہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ اور پڑھتے پڑھتے مجھے خیال آتا ہے کہ اپنے سے زیادہ مجھے جماعت کے لئے دعا پڑھنی چاہیے تو اس میں جماعت کو بھی شامل کروں۔ تو اس حوالہ سے میں آپ کو بھی تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ احباب جماعت بھی اپنی دعاؤں میں اس دعا کو بھی ضرور شامل کریں، اللہ تعالیٰ ہر شر سے ہر ایک کو بچائے اور جماعت کی حفاظت فرمائے۔''

پس ہمیں چاہئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کے ارشادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے (دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں کو شامل کرتے ہوئے) اپنی نمازوں میں اس دعا کا پڑھنا اور دیگر اوقات میں اس کا ورد کرنا اپنے اوپر لازم کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس 'کشتیٔ نوح' میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے جو آج مامورِ زمانہ (علیہ السلام) کی برکت سے ہم عاجز انسانوں کو عطا فرمائی گئی ہے۔

(محمود احمد ملک)

بقیہ: حضور انور ایدہ اللہ کے فرمودات از صفحہ 5

عموماً ڈاکٹر بھی آج کل یہی کہہ رہے ہیں کہ اپنے جسم کی قوت مدافعت بڑھانے کے لیے اپنے آرام کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اس کے لیے اپنی نیند کو پورا کرنا چاہیے۔ اپنی نیند پوری کریں۔ خود بھی اور بچے بھی۔ ایک بڑے آدمی کے لیے چھ سات گھنٹے کی نیند ہے۔ بچے کے لیے آٹھ، نو گھنٹے یا دس گھنٹے کی نیند ہے۔ اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بارہ بجے تک ساری رات بیٹھ کے ٹی وی دیکھتے رہے اور اس کے بعد ایک تو نماز پہ نہ اٹھ سکے پھر صبح جلدی جلدی اٹھے، چند گھنٹوں کے بعد کام پہ جانا ہے اس کی مشکلات پھر سارا دن سستی، پھر کمزوری، پھر کام کی تھکاوٹ اور اسی وجہ سے پھر یہ بیماریاں جو ہیں حملہ بھی کرتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کو بھی عادت ڈالیں کہ جلدی سوئیں اور آٹھ نو گھنٹے کی نیند پوری کر کے جلدی اٹھیں۔

پھر بازاری چیزیں کھانے سے بھی پرہیز کریں۔ ان سے بھی بیماریاں پھیلتی ہیں خاص طور پر یہ جو کرسپ (crisp) وغیرہ کے پیکٹ ہیں یہ بچوں کو کھانے کے لیے لوگ دے دیتے ہیں یا ایسی چیزیں جس میں بعض پریزرویٹوز (preservatives) بھی ڈالے ہوتے ہیں یہ صحت کے لیے خطرناک ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیے یہ بھی آہستہ آہستہ انسانی جسم کو کمزور کرتے جاتے ہیں۔

حکومت کی ہدایات پر عمل کریں۔ مجمعوں سے دُور رہیں
کھانے پینے میں احتیاط کریں۔ بازاری چیزوں سے پرہیز کریں۔
صفائی کا خیال رکھیں۔ چھینکتے یا کھانستے ہوئے منہ کے آگے رومال رکھیں۔
اپنے آرام کا بھی خیال رکھیں۔ نیند پوری کریں۔
گھروں میں نمازیں اور جمعے ادا کریں۔
دعاؤں پر بہت زور دیں۔

پھر یہ بھی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آج کل پانی بار بار پینا چاہیے۔ ضروری ہے کہ ایک گھنٹے بعد، آدھے پونے گھنٹے بعد گھنٹے بعد ایک دو گھونٹ پی لیں۔ یہ بھی بیماری سے بچنے کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ ہاتھوں کو صاف رکھنا چاہیے۔ اگر سینیٹائزر نہیں بھی ملتے تو ہاتھ دھوتے رہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کم از کم پانچ دفعہ وضو کرنے والے جو ہیں ان کو صفائی کا موقع مل جاتا ہے۔ وہ اس طرف توجہ کریں۔

چھینک کے بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں۔ مسجدوں میں بھی اور عام طور پر بھی اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے بھی رومال آگے رکھ کے، ناک پر رکھ کے یا اب بعض ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اپنا بازو سامنے رکھ کے اس پہ چھینکیں تا کہ ادھر اُدھر چھینٹے نہ اڑیں۔ بہرحال صفائی بہت ضروری ہے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

لیکن آخری حربہ دعا ہے اور یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے شر سے بچائے۔ ان تمام احمدیوں کے لیے بھی خاص طور پر دعا کریں جو کسی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں یا ڈاکٹروں کو شک ہے کہ ان کو بھی یہ وائرس ہے یا کسی بھی اور بیماری میں مبتلا ہیں سب کے لیے دعا کریں۔

پھر اسی طرح کسی بھی بیماری کی کمزوری کی وجہ سے جیسا کہ میں نے کہا وائرس حملہ آور ہو جاتا ہے تو ان کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں بھی بچا کے رکھے۔ عمومی طور پر ہر ایک کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس وبا کے اثرات سے بچا کے رکھے۔ جو بیمار ہیں انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے اور ہر احمدی کو شفا عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ ایمان اور ایقان میں بھی مضبوطی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

☆… اسی طرح سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خصوصی پیغام فرمودہ 6 / مارچ 2020ء میں ارشاد فرمایا:

(گھروں سے باہر نہ نکلنے کی سرکاری ہدایت کے بعد) ''ایسی صورت میں گھروں میں احباب جماعت کو چاہیے کہ باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور جمعہ بھی گھر کے افراد مل کر پڑھیں اور ملفوظات میں سے یا جماعتی کتب میں سے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری کتب میں سے یا الفضل میں سے یا الحکم سے یا کسی اَور رسالے سے کوئی بھی اقتباس پڑھ کر خطبہ دیا جا سکتا ہے اور گھر کے افراد میں سے کوئی بالغ لڑکا یا مرد جمعہ بھی پڑھا سکتا ہے اور نمازیں بھی پڑھا سکتا ہے۔ جمعوں کو بہر حال لمبا عرصہ ترک نہیں کیا جا سکتا۔

جب گھروں میں لوگ جمعہ پڑھائیں گے اور اس کی تیاری کریں گے تو خطبے کے لیے مطالعہ کریں گے۔ اس سے علم بھی بڑھے گا اور یوں حکومتی پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھنا بھی دینی اور روحانی فائدے کا موجب ہو جائے گا، علمی فائدے کا موجب ہو جائے گا۔ بلکہ الحکم نے آج کل جو لوگوں کی رائے کا سلسلہ شروع کیا ہے کہ ہم اس پابندی کی وجہ سے گھر بیٹھ کر کس طرح وقت گزارتے ہیں اس میں اکثر لوگ یہ لکھ رہے ہیں کہ جماعتی قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور جماعتی لٹریچر پڑھ کر ہم اپنے علم میں اضافہ کر رہے ہیں اور بہت سے تبصرے تو آج کل مختلف دنیاوی سائٹس پر دنیادار بھی

کر رہے ہیں کہ اس وجہ سے ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی توفیق مل رہی ہے اور ہماری گھریلو زندگی واپس آ گئی ہے۔ پس ہمیں بھی اپنی گھریلو زندگی کو، اپنی حالتوں کو سنوارتے ہوئے اور بچوں کی تربیت کرتے ہوئے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ MTA پر بڑے اچھے پروگرام آتے ہیں۔ کچھ وقت ان پروگراموں کو بھی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے کی کوشش کریں۔

اور اس کے علاوہ حکومت نے عوام کی بہتری کے لیے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں آپ کی صحتیں قائم رکھنے کے لیے جو ہدایات دی ہیں، جو قانون بنائے ہیں اس کی بھی پوری پابندی کریں۔ اور سب سے بڑھ کر جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبات میں کہا تھا کہ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں۔ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو ہم جذب کر سکتے ہیں اور اپنی روحانی اور جسمانی حالت کو صحت مند کر سکتے ہیں اور یہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نصیحت فرمائی ہے اور ایسے حالات میں بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ سب سے زیادہ ضروری بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مصروف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے۔ ہمیں اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

جہاں تک جمعہ نہ پڑھنے کا سوال ہے بعض حالات میں باجماعت نماز اور جمعے کی بعض حدیثوں سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ چھوڑے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بارش والے دن میں اپنے مؤذن سے فرمایا کہ تم اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تو اس کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ نہ کہنا بلکہ صَلُّوْا فِی بُیُوْتِکُمْ کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کے الفاظ کہنا۔ پس یہ بات گویا لوگوں کو نئی لگی اور انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی فعل انہوں نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو اس تکلیف میں ڈالوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الرخصة لمن لم یحضر الجمعة فی المطر حدیث 901)

......اسی طرح فقہاء نے جمعہ اور باجماعت نماز کو ترک کرنے کے عذروں میں ایسی بیماری جس کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونا مشکل ہو اس کو شامل کیا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں کسی قسم کی تنگی روا نہیں رکھی۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ مسجد جانے سے رُک گئے اور فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے۔ یہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الآذان باب اهل العلم والفضل احق بالامامة حدیث 680-681)(صحیح مسلم کتاب الصلاة باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر حدیث 419)

اسی طرح کسی بیماری کے پیدا ہونے سے خوفزدہ شخص بھی معذور قرار دیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کی تفسیر خوف اور بیماری سے فرمائی۔ یہ سنن ابی داؤد میں درج ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب التشدید فی ترک الصلاة حدیث 551)

بہرحال یہ بیماری جس میں بیماری پھیلنے کا بھی خطرہ ہے اور جس کے لیے حکومت نے بھی بعض قواعد اور قانون بنائے ہیں اور ملکی قوانین کے تحت ان پہ چلنا بھی ضروری ہے۔ ان صورتوں میں جمع ہونا، ایک جگہ جمع ہونا اور نماز باجماعت ادا کرنا یا جمعہ پڑھنا مشکل ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اپنے گھروں میں نماز باجماعت کی عادت ڈالیں۔ اس سے جہاں بچوں کو یہ علم ہو گا کہ نمازیں پڑھنا ضروری ہے اور باجماعت پڑھنا ضروری ہے اور آج کل کے حالات کی وجہ سے ہم مسجد نہیں جا سکتے لیکن اس فرض کو اپنے گھروں میں نبھانا ضروری ہے، اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔

بعض دفعہ سفروں میں ایسے حالات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی آئے تھے جب آپؑ نے جمعہ ادا نہیں کیا۔

(الفضل مورخہ 24 جنوری 1942ء صفحہ 1 جلد 20 شمارہ 21)

تو بہرحال بہت ساری ایسی روایات ہیں جن سے اس بارے میں بھی وضاحت ہوتی ہے کہ متعدی بیماریوں میں جمع ہونا یا بیماریوں میں ایک دوسرے سے ملنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے لیے علیحدہ رہنا چاہیے اور علیحدہ رکھو۔ بہرحال جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہم مستقل تو یہ نہیں چھوڑ رہے اور اس کے لیے متبادل انتظام بھی کر رہے ہیں کہ گھروں میں جمعہ ادا کریں۔......

یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس وبا سے دنیا کو جلد پاک کرے اور سب دنیا کو انسانیت کے تقاضے پورے کرنے والا بنائے اور سب خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں پیارے آقا کے ارشادات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین